سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات2015

سوموار،15۔جون2015

(یوم الاثنین،27۔شعبان المعظم1436ھ)

سولھویں اسمبلی:پندرھواں اجلاس

جلد 15:شمارہ 4

255

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ 15۔جون 2015

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

عام بحث

"سالانہ بجٹ برائے سال 16-2015 پر عام بحث"

257

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولہویں اسمبلی کا پندرہواں اجلاس

سوموار، 15۔ جون 2015

(یوم الاثنین، 27۔ شعبان المعظم 1436ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝١٨٣ اَيَّامًا
مَّعۡدُوۡدٰتٍؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَؕ وَعَلَى الَّذِيۡنَ يُطِيۡقُوۡنَهٗ فِدۡيَةٌ
طَعَامُ مِسۡكِيۡنٍؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗؕ
وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝١٨٤ شَهۡرُ رَمَضَانَ
الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ
الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُؕ وَ
مَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَؕ
يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝١٨٥

سورۃ البَقَرَة آيات 183 تا 185

مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو(183)(روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلادیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے(184)(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا راہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو(185)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

دلوں سے غم مٹاتا ہے، محمد نام ایسا ہے
نگر اجڑے بساتا ہے، محمد نام ایسا ہے
اسی کے ذکر سے روشن رُتیں پھر لوٹ آتی ہیں
نصیبوں کو جگاتا ہے محمد نام ایسا ہے
انہی کے نام سے پائی فقیروں نے شہنشاہی
خدا سے بھی ملاتا ہے محمد نام ایسا ہے
میں فخری فکر دنیا و آخرت سب بھول جاتا ہوں
مجھے جب یاد آتا ہے محمد نام ایسا ہے
دلوں سے غم مٹاتا ہے محمد نام ایسا ہے

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 16-2015 پر عام بحث

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ہم سالانہ بجٹ 16-2015 پر بحث شروع کرتے ہیں۔اس سے پیشتر کہ میں floor قائد حزب اختلاف کو دوں میری تمام معزز ممبران سے گزارش ہے کہ بحث 19۔جون 2015 تک جاری رہے گی لیکن میں چاہوں گا کہ آپ اس میں کم سے کم وقت میں اپنی بات مکمل کریں اور تمام معزز ممبران کو بات کرنے کا موقع دیں یہ نہیں کہ جس معزز ممبر کو floor ایک دفعہ مل جائے تو وہ دوسروں کا خیال نہ کرے۔میری معزز ممبران سے گزارش ہو گی کہ کم سے کم وقت میں اپنی بات مکمل کریں۔اب میں قائد حزب اختلاف سے۔۔۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اتنی جلدی کیا ہے، بحث کے لئے پانچ دن اور بڑھا دیں۔

جناب سپیکر: آپ کچھ خیال کریں آگے رمضان شریف ہے بہت مہربانی آپ تشریف رکھیں۔میں نے گزارش کر دی ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہی کام کرنا ہے کہ دربار پر حاضری لگانی ہے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔دربار تو یہاں نہیں ہے۔آپ یہ الفاظ استعمال نہ کریں آپ نے اپنا نام ہی نہیں لکھوایا۔آپ اپنا نام سیکرٹری اسمبلی کو لکھوادیں، میں اسی ترتیب سے آپ کو وقت دوں گا۔جی، میاں محمود الرشید صاحب! محترمہ آپ بھی سنیں پھر آپ نے جواب بھی دینا ہے۔

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! میں کوشش کروں گا کہ مختصر وقت میں بجٹ برائے سال 16-2015 کی جو مختلف جہتیں ہیں اُن کو زیر بحث لاؤں۔بجٹ پیش ہو گیا ہے پاس بھی ہو جائے گا۔معزز ممبران پانچ پانچ، دس دس منٹ اپنے دل کی بھڑاس اس ایوان میں نکال لیں گے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ بھڑاس نہ نکالیں، اچھی اچھی تجاویز دیں۔

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ اُس وقت تک عوام کی خواہشات کا آئینہ دار نہیں ہو سکتا جب تک منتخب جمہوری نمائندے ان بنیادی فیصلوں میں شریک

نہ ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے دس کروڑ عوام غربت، مہنگائی، بے روزگاری اور بدامنی کی جس چکی میں پس رہے ہیں اُس سے نجات اُنہیں اس صورت میں مل سکتی ہے کہ اُن کے منتخب نمائندے بجٹ کو تیار کریں،۔بجٹ کی ترجیحات بیوروکریٹس کی نہیں ہونی چاہئیں، ٹیکنوکریٹس کی نہیں ہونی چاہئیں، سیکشن افسروں اور ڈپٹی سیکرٹریوں کی نہیں ہونی چاہئیں بلکہ بجٹ کی ترجیحات منتخب عوامی نمائندوں کی ہونی چاہئیں۔ دنیا کے کسی ملک میں ایسا نہیں ہوتا جس طرح آج ہمارے ملک میں ہو رہا ہے۔ یہ colonial سوچ جب تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتی کہ یہ سرکاری کارندے الفاظ کا گورکھ دھندہ اوپر نیچے کر کے یہاں ایوان میں پیش کر دیتے ہیں اور بجٹ پاس ہو جاتا ہے لیکن کچھ پتا نہیں ہوتا منتخب نمائندوں کو بھی کہ یہ وسائل کہاں سے آئے، کہاں خرچ ہونے جا رہے ہیں؟ پچھلی دفعہ بھی میں نے یہ بات عرض کی تھی اگر محترمہ فنانس منسٹر کی تقریری کچھ عرصہ پہلے ہو جاتی تو شاید ہم انہیں personal مل کر اس بات پر بھی قائل کرتے لیکن چونکہ ان کا تقرر دو تین ہفتے پہلے ہوا ہے اور بجٹ اُس وقت تک پرنٹنگ پریس میں جا چکا تھا بہر حال محترمہ نے جس خود اعتمادی کے ساتھ بجٹ تقریر کو پڑھا ہے میں انہیں appreciate کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کا کیا کام ہے Rules of Procedure and constitution کے اندر سٹینڈنگ کمیٹیاں منتخب نمائندوں کی جو اصل کاوش ہے منصوبہ بندی کے اندر ایجوکیشن کی سٹینڈنگ کمیٹی ہے، ہیلتھ کی سٹینڈنگ کمیٹی ہے تمام شعبوں کی سٹینڈنگ کمیٹیاں ہیں۔ ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کا سال میں ایک یا دو meetings کے سوا کوئی کام نہیں ہے۔ ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کا بھی کوئی کام ہونا چاہئے، بجٹ کی تیاری عوام کے منتخب نمائندوں کا بنیادی حق ہے۔ یہ فیصلہ کرنا کہ ہمیں صحت پر کتنے پیسے چاہئیں، ہمیں ایجوکیشن پر کتنے پیسے چاہئیں، انرجی سیکٹر میں کتنے پیسے چاہئیں ،لاء اینڈ آرڈر پر ہمیں کیا کرنا ہے یہ منتخب نمائندوں کا کام ہے، یہ بیوروکریٹس کا کام قطعی طور پر نہیں ہے اور یہ ٹیکنوکریٹس کا کام بھی نہیں ہے۔ ہاں جو حکومت وقت ہے وہ منتخب نمائندوں کو اپنا وژن دے سکتی ہے لیکن اصولاً پورا سال یہ سٹینڈنگ کمیٹیاں اپنے اپنے شعبوں کی تمام چیزیں اکٹھی کریں مگر یہاں تو الٹا کام ہے کہ ہر مہینے بیٹھے دو مہینے بعد بیٹھے اور بجٹ کی تجاویز مرتب کر کے فائنل کر کے دیں۔ آج ہم جتنے مرضی ترقی کے بلند و بانگ دعوے کر لیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی تک عوام کے حقیقی، جمہوری نمائندوں کو حقیقی معنوں میں empower نہیں کیا گیا، بنیادی فیصلوں کے اندر کسی جگہ اُن کی سوچ، اُن کی خواہشات ،اُن کے مطالبات اُن کے دل کی آواز وہ نہیں ہے۔ ہم جو مرضی کہیں میرے سامنے بیٹھے

ہوئے میرے بھائی اور بہنیں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ میں جو بات کہہ رہا ہوں وہ غلط ہے۔یہ بات صحیح ہے ہمارے جذبات کی، ہمارے مطالبات کی، ہماری خواہشات کی، ہمارے عوام کے احساسات کی، عوام کے دکھوں کی اور عوام کے جذبات کی کسی جگہ کوئی شنوائی نہیں ہے۔یہ بجٹ اسی طرح سے آیا اور آکر چلا جائے گا میں نے پچھلی دفعہ کہا تھا لیکن "نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔" یہ ہم تجاویز دیں گے لیکن یہ تجاویز جو ہیں وہ تجاویز ہی رہ جائیں گی ان کو پذیرائی نہیں ملے گی۔

جناب سپیکر! میں کچھ facts and figures کی طرف آتا ہوں۔ صفحہ نمبر 2 پر سالانہ بجٹ سٹیٹمنٹ میں good governance ہے۔good governance،good governance دن رات اس کا قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔ پچھلی جو بجٹ سٹیٹمنٹ ہے اس میں ریونیو collection کا ہدف 164۔ارب روپے تھا۔یہ good governance کا شاہکار دیکھیں کہ یہ حکومت اس ٹارگٹ کو پورا کرنا تو درکنار یہ صرف 114۔ارب روپے اکٹھا کر پائی ہے۔یعنی جو اپنا ہی ہدف مقرر کیا ہوا ہے اسی میں ناکام ہو گئی۔ یہ ٹارگٹ اس حکومت نے day one سے مقرر کیا تھا اور اس اسمبلی کے floor سے پاس ہوا تھا اس میں 50۔ارب روپے اکٹھا نہیں کر پائی۔ کسی حکومت کی کارکردگی دیکھنے کے لئے یہ ایک criterion ہے، parameter ہے اور yardstick ہے کہ اس کے اپنے مقرر کئے ہوئے ٹارگٹ کو وہ کس حد تک achieve کر سکی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی ناکامی ہے صوبے کے جتنے بھی کارپرداز ہیں انہوں نے 164۔ارب روپیہ ریونیو collection کی مد میں رکھا اور اس میں سے صرف 114۔ارب روپے اکٹھا کر پائے۔یہ جو تبدیلی ہوئی یعنی 164۔ارب روپے کی جگہ 114۔ارب روپے اکٹھا ہوا لیکن از خود انتظامیہ نے، حکومت نے اپنی ان ترجیحات کو اوپر نیچے کر لیا اور اسمبلی کو confidence میں نہیں لیا۔ میں اس کو کسی طور پر بھی آئینی طریق کار نہیں کہوں گا۔یہ غیر آئینی ہے، غیر اخلاقی ہے اور غیر قانونی ہے کہ آپ اسمبلی سے ایک بجٹ پاس کروائیں اس میں اپنی انکم کا ایک ٹارگٹ مقرر کریں اور وہ achieve نہ کر سکیں بلکہ اپنے تمام ٹارگٹ کو ردوبدل کر دیں، اس اسمبلی اور منتخب ایوان کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ کن کن مدات میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں؟

جناب سپیکر! ہم نے یہاں بہت باتیں سنیں کہ امیروں پر ٹیکس لگا کر غریبوں کو دیں گے، غریبوں کی حالت بہتر کریں گے، مزدوروں کی حالت بہتر کریں گے اور غریب آدمی کا معیار زندگی بلند کریں گے۔ میں صرف دو تین باتیں عرض کروں گا۔یہ بہت لمبی تفصیل ہے کیونکہ یہ books میں نے

دو تین دن لگا کر کھنگالی ہیں۔ امراء پر ٹیکس یعنی انہوں نے کہا کہ لگژری ٹیکس دو کنال سے بڑے گھروں پر لگے گا۔ ہدف تھا50 کروڑ روپے اور اکٹھا کتنا ہوا صرف ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے۔ یہ Annual Budget Statement ہے اس کے صفحہ نمبر 19 میں اس کی تفصیل پڑھ لیں کہ پچاس کروڑ روپے کا ہدف تھا اور ایک کروڑ 40 لاکھ روپے اکٹھے ہوئے اور اس کی percentage نکال لیں کہ کتنی بنتی ہے۔ فارم ہاؤسز پر ٹیکس۔ اس کا ہدف صرف ڈیڑھ کروڑ روپے تھا اور اکٹھا ہوا2 لاکھ 88 ہزار روپے، یہ Annual Budget Statement کا صفحہ نمبر 4 ہے۔ بڑی لگژری گاڑیوں پر ٹیکس کا ہدف 2 کروڑ 36 لاکھ روپے تھا اور اکٹھا85 لاکھ روپے ہوا۔ Annual Budget Statement کے صفحہ نمبر 10 پر ایگریکلچر ٹیکس کی مد میں انہوں نے 2۔ ارب 18 کروڑ روپے کا ہدف رکھا تھا اس میں سے ایک ارب حاصل ہوا۔ یعنی یہ حکومت اس مد میں 50 فیصد سے بھی کم ٹیکس حاصل کر سکی۔

جناب سپیکر! میں ایک ایسی بات ایوان کے سامنے رکھنے لگا ہوں جس کے بارے میں ہمارے ٹریژری بنچوں والے دوست بھی سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ ہر میٹنگ میں ہم سب اچھا کی بات سنتے ہیں۔ چیف منسٹر بھی یہی کہتے ہیں، وزراء بھی یہی کہتے ہیں، میڈیا کے اندر بڑے بڑے اشتہارات پورے پورے صفحے کے وہ بھی یہ perception create کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پنجاب کا صوبہ سب سے آگے جا رہا ہے، جہاں بڑی تجربہ کار ٹیم ہے اور یہ اپنے تمام ٹارگٹ کو achieve کر لیتی ہے۔ بد قسمتی سے میں آپ کے سامنے مختلف پانچ سات ڈیپارٹمنٹس کا ایک نمونہ رکھوں گا۔ محکمہ زراعت کی بات کروں گا اور میں صرف ڈویلپمنٹ بجٹ کی بات کر رہا ہوں کہ اس میں 7۔ ارب 96 کروڑ روپیہ رکھا گیا اور صرف ایک ارب 76 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ کسان تباہ حال ہو چکا ہے اور پورے صوبے کے اندر کسان خودکشیوں پر مجبور ہے۔ یہ میں نہیں بول رہا ہوں بلکہ کتابیں بول رہی ہیں۔ 7۔ ارب 96 کروڑ روپے میں سے آپ کیا خرچ پائے صرف ایک ارب 76 کروڑ روپے یعنی آپ کسانوں کو subsidies نہیں کر سکے، ان کو آپ ease out نہیں کر سکے، وہ آلو کے اوپر تباہ ہو گئے، وہ چاول پر تباہ ہو گئے، گنے کی قیمت انہیں نہیں ملی۔ آپ نے ڈویلپمنٹ بجٹ کا صرف 22 فیصد خرچ کیا ہے۔ کون پوچھنے والا ہے، کون جواب دینے والا ہے؟

جناب سپیکر! ایجوکیشن میں آئیے۔ اس کا ترقیاتی بجٹ 44۔ ارب 99 کروڑ روپیہ رکھا گیا اور اس میں سے 23۔ ارب 41 کروڑ روپیہ خرچ ہوا۔ ایجوکیشن کی مد میں 52.15 فیصد ترقیاتی بجٹ استعمال نہیں ہوا۔ یہ باتیں کرتے ہیں کہ یہ "پڑھا لکھا پنجاب" ہے اور پنجاب تعلیم میں بڑا آگے ہے۔

کون جواب دے گا اس کا جو 52 فیصد unutilized ہے اور خرچ نہیں ہو سکا؟ جب میں ایجوکیشن کے ہیڈ میں اس کی تفصیل میں آؤں گا تو آپ کو detail بتاؤں گا کہ ایجوکیشن کی ڈویلپمنٹ میں کن کن مدات کے اندر کتنی کتنی رقوم رکھی تھیں اور ان کا کیا حشر ہوا؟ اس سے آگے ہے تحفظ ماحول جس کے لئے پچھلے سالانہ بجٹ میں 19 کروڑ روپیہ رکھا گیا اور خرچ ہوا صرف 3 کروڑ 90 لاکھ روپے یعنی صرف 20 فیصد خرچ ہوا۔ ان کو تو ویسے ہی ماحول کی پروا نہیں ہے بلکہ یہ تو جہاں چاہتے ہیں دھڑا دھڑ درخت کاٹ دیتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں راتوں رات میٹرو شروع ہو جاتی ہے اور ٹرین سروس شروع ہو جاتی ہے اس لئے تحفظ ماحول پر خرچ نہیں ہوا۔ مجھے کم از کم کوئی افسوس نہیں کیونکہ تحفظ ماحول کے بارے میں ہمارے حکمرانوں کی ترجیحات کچھ اور ہیں ان کے نزدیک ماحولیات کوئی اہم معاملہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! آگے Food Sector پر آئیے اس کے لئے 94 کروڑ روپے رکھے گئے اور صرف 35 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ یعنی 37.23 فیصد بجٹ خرچ ہو سکا باقی unutilized ہے۔ صنعتی اور معدنی ترقی کے لئے 9۔ارب 11 کروڑ روپے رکھے گئے اور صرف 2۔ارب 92 کروڑ روپے خرچ ہوئے یعنی صرف 22 فیصد خرچ ہو سکے۔ یہ صنعت کی باتیں کرتے ہیں، صنعتی انقلاب کی باتیں کرتے ہیں اور منزل انقلاب کی باتیں کرتے ہیں۔ میں آپ کی کارکردگی انہیں کتابوں کے اندر سے نکال کر پورے ایوان کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ انفارمیشن اور ٹیکنالوجی کے لئے 16 کروڑ 30 لاکھ روپے رکھا گیا اور انتہائی شرمناک بات ہے کہ صرف 30 لاکھ روپے خرچ ہوا یعنی 1.84 فیصد۔ یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آج آئی ٹی کے شعبے میں جس تیزی کے ساتھ ترقی ہو رہی ہے، جتنی اس کی ڈیمانڈ ہے، جتنی اس کی requirement ہے اور جتنی اس کی اہمیت ہے اس کے پیش نظر یہ بجٹ 16 کروڑ روپے تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس 16 کروڑ روپے میں سے بھی صرف 30 لاکھ روپے خرچ ہوئے جو ٹوٹل بجٹ کا 1.84 فیصد بنتا ہے۔ اگلا ہے لائیو سٹاک جس کے لئے 5۔ارب 20 کروڑ روپیہ Annual Budget Statement کی ڈویلپمنٹ کی مد میں ہے اور صرف ایک ارب 25 لاکھ روپے خرچ ہوئے جو ٹوٹل بجٹ کا 19.27 فیصد بنتا ہے۔ کس سے پوچھیں؟ آگے آئیے سوشل ویلفیئر و ومن ڈویلپمنٹ اس کے لئے 8 کروڑ 20 لاکھ روپے رکھے گئے اور خرچ ہوئے صرف 4 کروڑ 80 لاکھ روپے۔ خواتین کے حقوق کے دعوے، سوشل ویلفیئر کے دعوے اور غریبوں کی خدمت کے دعوے۔ آدھا بجٹ ضائع کر دیا جس کو utilize نہیں کر سکے۔ سپیشل ایجوکیشن کے لئے 40 کروڑ روپے رکھے گئے اور اس کی utilization صفر۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "شیم، شیم" کی نعرے بازی)

جناب سپیکر! کوئی ہے پوچھنے والا، کوئی ہے بتانے والا، کوئی ہے جو بتائے کہ یہ 40 کروڑ روپیہ کہاں گیا؟ جو کچھ آج کل نابیناؤں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ آپ کی ساری بجٹ کی books بتا رہی ہیں کہ حکمرانوں کا mindset کیا ہے، وہ ان محروم طبقوں سے کیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں، وہ ہمیں دھتکارنے پر تلے ہیں، عوام کو خودکشیوں پر مجبور کر رہے ہیں۔ ہمارے جو سپیشل recorded لوگ ہیں اور اس قوم کے بچے ہیں، ان کے ساتھ دنیا کے کسی ملک میں ایسا نہیں ہوتا۔ وہ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں، اس مد میں چالیس کروڑ روپے رکھے گئے اور خرچ صفر ہے یعنی ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! اب میں اس طرف آتا ہوں آج کل جس کا ڈھنڈورا بہت پیٹ رہے ہیں کہ ہم انرجی کے اندر انقلاب لے آئے ہیں۔ ہزاروں میگاواٹ بجلی کے پراجیکٹس زیر تکمیل ہیں، بجلی بہت جلد آنے کو ہے اور یہ دیئے بجھانے والے ہیں اور ہم دیئے جلانے والے ہیں۔ ان حکمرانوں کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے انرجی کے لئے 31۔ ارب روپیہ رکھا ہوا تھا اور خرچ 11۔ ارب روپے کیا۔ یہ ڈوب مرنے اور سوچنے کا مقام ہے۔ آج اٹھارہ اٹھارہ اور سولہ سولہ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کی جا رہی ہے۔ غریب تڑپ رہا ہے اور کسان مر رہا ہے، اس کو بجلی نہیں مل رہی، اس کو پانی نہیں مل رہا، اس کی کھیتیاں ویران ہو رہی ہیں، سوکھ رہی ہیں اور ٹیوب ویل بند پڑے ہیں۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ جب پچھلے بجٹ میں 31۔ ارب روپیہ رکھا تھا تو خرچ 11۔ ارب روپے کیوں ہوا؟ جو کہ یہ اس بجٹ کا 35 فیصد بنتا ہے۔ یہ پورا بجٹ خرچ کیوں نہیں کیا گیا؟ میں نے ایک ہلکی سی تصویر مختلف محکموں کی آپ کے اور اس ایوان کے سامنے پیش کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ good governance تو کیا یہ good governance ہے؟ میں نے یہاں پر ڈیپارٹمنٹس کی تفصیل بیان کی ہے اور یہ آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے۔ یہاں پر لچھے دار اور دھواں دار تقریر کر کے اور بڑی بڑی allocations ظاہر کر کے کیا ہم لوگوں کو بے وقوف بنا سکتے ہیں، کیا ہم پنجاب کو ترقی دے سکتے ہیں، کیا ہم اس unutilized بجٹ کے ذریعے سے کوئی تبدیلی لا سکتے ہیں، کیا لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو سکتا ہے، کیا ان کی غربت، مہنگائی اور بے روزگاری پر قابو پایا جا سکتا ہے اور کیا لوڈشیڈنگ کا خاتمہ ہو سکتا ہے؟ بالکل نہیں۔ یہ میری طرف سے پنجاب کے حکمرانوں اور حکومتی بنچوں پر چارج شیٹ ہے۔ یہ جواب دیں کہ ان کی کتنی expertise ہیں، ان کی کتنی زیادہ کامیاب ٹیم ہے؟ ہم تو اناڑی اور کھلاڑی ہیں۔ یہ جو تجربہ کار ہیں انہیں صوبہ پنجاب پر حکمرانی کرتے ہوئے 25،25 سال ہو گئے ہیں۔ انہیں بجٹ utilize کرنا نہیں آیا؟ انہوں نے بیوروکریسی کی فوج ظفر موج بھرتی کی ہوئی ہے اور وہ ساری ان کی پشت پر کھڑی ہے۔ ٹیکنوکریٹس ان کے پاس ہیں، ہر طرح کی know how کا دعویٰ

ہے کہ وہ ہمارے پاس ہے لیکن وہ سوچ کہاں سے لے کر آئیں، وہ وژن کہاں سے لے کر آئیں اور وہ تبدیلی کی امنگ، تڑپ اور خواہش کو عملی جامہ کیسے پہنائیں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے آگے آؤں گا۔ چیف منسٹر سب سے معزز، محترم اور سب سے بااختیار فرد اور Chief Executive of the Province ہیں۔ یہ معزز ایوان ان کے آفس کے لئے 21 کروڑ 99 لاکھ اور 35 ہزار روپیہ approve کرتا ہے لیکن خادم اعلیٰ 45 کروڑ ایک لاکھ اور 76 ہزار روپیہ خرچ کرتے ہیں جو کہ دُگنے سے بھی زیادہ ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم شیم" کی آوازیں)

یعنی اندازہ لگایئے کہ خود انہوں نے بجٹ میں 21 کروڑ روپیہ رکھا ہے اور ہم نے تو نہیں کہا تھا، کفایت شعاری، سادگی اور بچت کی تعلیم دینے والے، حبیب جالب کے اشعار گنگنانے والے، غریبوں کی بات کرنے والے اور غریبوں کی مدد کا دم بھرنے والے لیکن جب اپنی ذات کی باری آتی ہے تو 21 کروڑ 99 لاکھ روپے کی بجائے 45 کروڑ روپے خرچ کرتے ہیں۔ یہ روزانہ کا کتنا بنتا ہے؟ میں نے calculate کیا ہے کہ یہ 13 لاکھ روپیہ روزانہ بنتا ہے۔ اگر مقروض صوبہ جو کہ 580۔ارب روپیہ کا مقروض ہے اس کا چیف ایگزیکٹو 13 لاکھ روپے روزانہ اپنے دفتر پر خرچ کرتا ہے تو اسے پنجاب کے دس کروڑ غریب عوام کو جواب دینا ہوگا جو دو وقت کی روٹی نہیں کھا سکتے اور جو فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ یہ 13 لاکھ روپے روزانہ خرچ کرنا خادم اعلیٰ والی باتیں تو نہیں ہیں۔ یہ تو شہنشاہ اعلیٰ والا بجٹ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طور پر پنجاب کے غریب عوام کے ٹیکسوں کی کمائی سے اس خرچ کا ہمارا صوبہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ میاں صاحب امیر آدمی ہیں وہ روزانہ 50 لاکھ روپے بھی خرچ کر سکتے ہیں لیکن غریب عوام کا پیسا ان اللوں تللوں اور دفتروں کے اندر 13 لاکھ روپے روز کا خرچ زیب نہیں دیتا۔ میں یہ figures نکال کر اس قدر پریشان ہوا کہ 13 لاکھ روپے روز کا خرچ؟ اور انہوں نے آئندہ سال کے لئے 34 کروڑ 42 لاکھ روپے رکھا ہوا ہے اور یہ پچھلے سال سے پچاس فیصد زائد ہے۔ مجھے نہیں سمجھ آتا کہ آپ کلرکوں اور سرکاری ملازمین کی تنخواہ تو 7.5 فیصد بڑھائیں اور وزیراعلیٰ آپ اپنے دفتر کے بجٹ کو 50 فیصد بڑھا دیں تو لوگ کیا کہیں گے؟ ہاں! آپ 7.5 فیصد بڑھاتے تو کسی حد تک justified تھا کیونکہ آپ نے کلرکوں اور سرکاری ملازمین کی تنخواہ 7.5 فیصد بڑھائی ہے۔ آپ اپنا بجٹ 50 فیصد بڑھا لیں اور جو پریکٹیکل ضمنی بجٹ بک بتا رہی ہے وہ آپ 45 کروڑ روپے سے بھی اوپر خرچ کر رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اگر وزیراعلیٰ اپنے اوپر financial discipline نافذ نہیں

کر سکتے، اپنے دفاتر کے اخراجات کو کنٹرول نہیں کر سکتے، خود کفایت اور سادگی اختیار نہیں کر سکتے تو باقی پورے صوبے میں انہوں نے کیا کرنا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ لمحہ فکریہ ہے، ہمارے جیسے مقروض صوبے کا سربراہ 13لاکھ روپے روزانہ اپنے دفتر کے اندر خرچ کرے؟

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "شیم، شیم" کی آوازیں)

جناب سپیکر! میں اس سے تھوڑا آگے بڑھتا ہوں۔ ضمنی بجٹ volume-II، جاتی امراء سکیورٹی آلات پر 6کروڑ 19لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ خدا کا خوف کریں کہ جاتی امراء وزیراعظم کی ذاتی رہائش گاہ ہے۔ آپ اسے وزیراعظم ہاؤس declare کر دیں لیکن وہ بھی فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے اور پنجاب گورنمنٹ کی ذمہ داری نہیں۔ پنجاب کے غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کے خون پسینے کی کمائی سے آپ جاتی امراء میں 6 کروڑ 19 لاکھ روپے کے سکیورٹی آلات لگا دیں یہ قطعی طور پر justified نہیں ہے۔ ہم کسی صورت میں یہ نہیں سمجھتے کہ یہ ایک جائز خرچ ہے۔

جناب سپیکر! اس سے آگے آجائیں تو ڈی آئی جی سکیورٹی کے دفتر کے لئے لینڈ کروزر کے لئے 8کروڑ 68لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ یہ دو تین گاڑیاں سکیورٹی کے لئے پنجاب کے غریبوں کی کمائی سے 8کروڑ 68لاکھ روپے میں خریدی گئیں۔ سالانہ بجٹ کے صفحہ نمبر 39 پر 19کروڑ 39لاکھ روپے VVIP security کے لئے موبائلز پر خرچ کئے گئے، پتا نہیں یہ کیا کیا چیزیں نکل آئی ہیں؟ یعنی 20کروڑ روپے یہ ہیں، 8کروڑ روپے کی وہ سکیورٹی کے لئے لینڈ کروزر ہیں اور سوا چھ کروڑ روپے جاتی امراء کے لئے ہیں۔ اس کے بعد آگے VVIP Squad ڈیوٹی ڈسٹرکٹ پولیس لاہور کے لئے 20کروڑ روپے مختص، 96۔ایچ ماڈل ٹاؤن، 186ایچ۔ ماڈل ٹاؤن کے موجودہ سسٹم کی اپ گریڈیشن کے لئے 3کروڑ 57لاکھ روپے، یہ سارے اخراجات کی کوئی justification نہیں ہے کہ اتنے خراب مالی حالات کے اندر جس میں ہماری عوام روٹی کو ترس رہی ہو، نابینا باہر لاٹھیاں کھا رہے ہوں، اساتذہ جیلوں میں بند ہوں اور ہم یہ 50سے 60کروڑ روپے کی رقم سکیورٹی کے نام پر ادھر اُدھر خرچ کر دیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کا بڑا شور ہے، ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہم تعلیم دوست ہیں اور ان کا نعرہ تھا کہ یہ allocation بہت بڑی ہے، پچھلی دفعہ بھی تھی اس دفعہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے بجٹ کا 27فیصد ایجوکیشن کے لئے رکھ دیا ہے۔ میں اس کا تھوڑا سا پوسٹ مارٹم کروں گا اور مجھے امید ہے کہ وزیر خزانہ صاحبہ تھوڑا سا گوارہ کریں گی۔ آئین کے آرٹیکل 25(الف) کے مطابق ریاست پانچ سے سولہ سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔ آئین کے

آرٹیکل(A)25کے مطابق ریاست کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ پانچ سے سولہ سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی لیکن پنجاب کے اندر اکیڈمی آف ایجوکیشن پلاننگ مینجمنٹ کی رپورٹ کے مطابق ایک کروڑ20لاکھ بچے پنجاب کے اندر جوschool going ageکے ہیں لیکن وہ اس وقت سکولوں میں نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری حکمران جماعت کی بہت بڑی نااہلی ہے۔آپ پچھلے پیریڈ کو چھوڑ بھی دیں، پچھلے سات آٹھ سال سےconsistentlyپنجاب کے حکمران ہیں،اس وقت ایک کروڑ20لاکھ بچے سکولوں میں نہیں جارہے۔یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا یہ تمام ایجنسیاں اور سروے بتارہے ہیں، یہ بچے اس وقت سکولوں سے باہر ہیں،ان کو سکولوں میں لانے کے لئے حکومت نے کیا اقدامات کئے ہیں؟ کچھ بھی نہیں۔ہزاروںGhost Schoolsکل پرسوں ایک بڑے چینل پر15ہزارGhost Schoolsکی بات کررہے تھے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وہ15ہزار نہ بھی ہوں لیکن ہزاروںGhost Schoolsپنجاب کے مختلف اضلاع کے اندر کاغذوں میں کام کررہے ہیں۔اس کے علاوہ ہزاروں سکولوں میںbasic facilitiesموجود نہیں ہیں،اس وقت سکولوں کی تعداد تقریباً58ہزار ہے، جن سکولوں کی بلڈنگ مکمل ہے وہ11ہزار123ہیں Boundary Wallکے بغیر8ہزار60سکول جو کہ چار دیواریوں سے محروم ہیں۔ جن سکولوں میں پینے کا پانی میسر نہیں ہے ان کی تعداد6ہزار220ہے۔اس کے علاوہ ایسے گرلز سکول جن میں بچیوں کے لئےwash roomsنہیں ہیں ان کی تعداد1863ہے،ایک کمرے پر مشتمل جو سکول ہیں ان کی تعداد 4ہزار ہے۔ بہت سے سکول جو کہ ایک کمرے یا دو کمروں پر مشتمل ہیں وہاں پر ایک یا دو ٹیچر ہیں۔مکن بیلا اوچ شریف کی مثال ہے، چیچو کی ملیاں کی مثال ہے اسی طرح دو تین اور مثالیں بھی موجود ہیں جہاں پر ایک یا دو اساتذہ ہیں اور طالب علموں کی تعداد350سے500تک ہے۔اب آپ خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ وہ بچے جو درختوں کے نیچے بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں اور150،200کی کلاس ایک ٹیچر لیتا ہے وہاں تعلیم کا حال کیا ہوگا۔راولپنڈی شہر میں24فیصد سکولوں کے اندر پینے کے صاف پانی کی سہولت میسر نہیں ہے۔ پچھلے سال یہاں پر بہت خوشی سے میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن نے اعلان کیا کہ ہم لاہور میں750ایکڑ اراضی پر مشتمل ڈی ایچ اے کے ساتھ ایک نالج سٹی قائم کررہے ہیں،اسی ایوان میں ہم بڑے خوش ہوئے کہ چلیں ایک اتنا اچھا کام شروع کررہے ہیں جس کا یہ مژدہ سنایا گیا کہ چار انٹرنیشنل یونیورسٹیوں کے ساتھMOUsپر دستخط بھی ہو گئے ہیں۔ بہت جلد اس پرworkingبھی شروع ہو جائے گی لیکن اس بجٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ اس نالج سٹی کا کیا بنا؟جس طرح اور ہزاروں

MOUsہمارے حکمران signکرتے ہیں یہ بھی اسی طرح کے MOUsثابت ہوئے یااس پر کوئی عملی پیشرفت ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وزیر خزانہ اپنی تقریر میں اس کا جواب ضرور دیں گی۔

جناب سپیکر!اب میں ایجوکیشن کے ترقیاتی بجٹ کے متعلق بات کرتا ہوں۔اس حکومت کی کارکردگی دیکھیں کہ تعلیم کا جو ترقیاتی بجٹ رکھا گیا،ایک تو تنخواہیں ہیں، جو کہ بجٹ کا70،80فیصد سٹاف کی تنخواہوں میں چلا جاتا ہے جس میں اساتذہ ہیں،درجہ چہارم کے ملازمین ہیں جیسے مالی،چوکیدار اور نائب قاصد ہیں سارا ان پر خرچ ہو جاتا ہے۔اس کے بعد جو بجٹ ہمارے پاس بچا اس میں سے 33فیصد بجٹ یہ استعمال ہی نہیں کر سکے اور سکولوں کی missing facilitiesکے لئے جو بجٹ تھا اس کا صرف 11فیصد انہوں نے استعمال کیا ہے۔اس کے مقابل پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن جو پرائیویٹ سکولوں کو facilitateکرتی ہے اس کا کل بجٹ 7.5۔ارب روپے تھا،اس نے 31فیصد اپنے طے شدہ بجٹ سے زائد استعمال کر لیا ہے بلکہ وہ انہوں نے بانٹ دیا ہے لیکن جو infrastructureچاہئے تھا جو missing facilitiesختم ہونی چاہئیں تھیں، جن سکولوں کے اندر چار دیواریاں چاہئیں تھیں wash roomsچاہئے تھے اور بجلی کی سپلائی چاہئے تھی اس کا انہوں نے صرف 11فیصد بجٹ استعمال کیا ہے۔یہ شرم کی بات ہے کہ ہم 131فیصد ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو دے دیتے ہیں کہ وہ منظور نظر لوگوں کو بانٹیں، جو پرائمری ایجوکیشن اور infrastructureکا بجٹ تھا وہ اپنے ہدف کا صرف 11فیصد استعمال ہوتا ہے۔

جناب سپیکر!میں یہ سمجھتا ہوں کہ 2014-15میں 40۔ارب 31کروڑ روپے Current Budgetتھا جس میں سے صرف 37۔ارب 25کروڑ روپے خرچ ہوئے،اس طرح 9۔ارب 4کروڑ روپے، جو کل بجٹ کا 20فیصد بنتا ہے وہ استعمال نہیں ہو سکا۔ڈویلپمنٹ بجٹ کے متعلق میں نے اوپر بھی سکولوں کی figuresدی ہیں۔2014-15میں 38.2بلین تھا جس میں سے 19.7بلین خرچ ہوئے 19.8بلین خرچ نہیں ہو سکے جو کہ ٹوٹل بجٹ کا 50فیصد ہے۔

جناب سپیکر!آگے سپیشل ایجوکیشن کے متعلق عرض کروں گا، میں نے جیسا کہ پہلے بھی کہا ہے کہ اس کے فنڈز استعمال ہی نہیں ہوئے۔ تعلیم کو پرائیویٹ سیکٹر کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے،اس وقت 35ہزار سے زائد پنجاب کے اندر پرائیویٹ تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں۔ عام آدمی تصور ہی نہیں کر سکتا کہ وہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے اندر اپنے بچوں کو پڑھائے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ پھر کدھر جائے، حکومت کی جو اوّلین ترجیح ہے وہ صحت و تعلیم ہونی چاہئے۔ تعلیم کی فراہمی کسی بھی حکومت کی ایک آئینی ذمہ داری ہے لیکن ہمارے حکمرانوں نے آنکھیں بند کر لی ہیں ۔ یہ جو بڑے بڑے

ایجوکیشنل گروپس وجود میں آ گئے ہیں اور یہ اتنے powerful ہیں کہ حکمران ان کے سامنے ٹس سے مس نہیں ہو سکتے۔اس پورے سال کے اندر حکومت کی طرف سے پورے پنجاب کے اندر کوئی نیا سکول نہیں کھلا اور میرا یہ چیلنج ہے۔۔۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے معزز ممبران کی طرف سے "شیم، شیم" کی نعرے بازی)

جناب سپیکر! پرائیویٹ سکولوں کے جو بڑے بڑے گروپس ہیں یہ اب مافیا کی شکل اختیار کر چکے ہیں لیکن ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ پنجاب کے عوام جائیں تو کدھر جائیں؟ سرکاری سکولوں میں اگر آپ تعلیم کے معیار کو بہتر بنائیں، حکومت تو مکمل ذہنی طور پر، عملی طور پر فارغ ہو چکی ہے کہ تعلیم سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ یہ پرائیویٹ لوگ جانیں اور ان کا کام جانے ہم کہاں ان جھمیلوں میں پڑتے پھریں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا ظلم اور زیادتی ہے۔اس ملک کے 80 فیصد لوگ جن کے چھوٹے بچے ہیں وہ جب میٹرک کرنے کے بعد ان پرائیوٹ کالجوں کا رخ کرتے ہیں تو ہر تین ماہ کے بعد 30 ہزار روپے، 80 ہزار روپے 90 ہزار روپے ان کی ایک سمسٹر کی فیس ہے۔ میں نے ان ماؤں کو دیکھا ہے جو اپنے زیورات بیچ کر، میں نے ان ماؤں کا دیکھا ہے جو کمیٹیاں ڈال کر، میں نے ان ماؤں کو دیکھا ہے جو قرضے لے کر اسی معاشرے کے اندر رو رو کر دعائیں کر کے اپنے بچوں کے تین تین مہینوں کے سمسٹر کی فیسیں دیتی ہیں۔ ماں باپ مقروض ہو جاتے ہیں اور جب وہ بچہ خدا خدا کر کے آٹھ دس سمسٹر پڑھ کر فارغ ہوتا ہے تو لاکھوں روپیہ جو غریب آدمی کی سوچ سے بھی باہر ہے وہ اس کا مقروض ہو جاتا ہے لیکن بعد میں ان کو نوکری بھی نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ خودکشیوں کی وارداتیں زیادہ ہو رہی ہیں crime rate لاہور کے اندر 20 فیصد سے زیادہ ہے یعنی 80 فیصد زیادہ بڑھ چکا ہے آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ بھی میرا چیلنج ہے کہ criminal جتنے بھی پکڑے گئے ہیں ان کو دیکھ لیں کہ 80 فیصد اس میں سے تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ یہ ہمارے حکمرانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آپ قوم کو کدھر دھکیل رہے ہیں، قوم کو کیا وژن دے رہے ہیں، قوم کو کس طرح سے آپ روزگار دے رہے ہیں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پرائیویٹ سیکٹر کے رحم و کرم پر چھوڑنے سے اور آنکھیں بند کرنے سے معاملہ پہلے سے زیادہ گھمبیر ہو جائے گا۔ فوری طور پر حکومت کو priority basis پر اور کوئی قدغن نہیں ہے ایک سکول دس ہزار روپے فیس لے رہا ہے دوسرا اسکول چودہ ہزار روپے لے رہا ہے بعض سکول یہاں پر ڈالر میں فیسیں لے رہے ہیں۔ ان کا نصاب کیا ہو گا curriculum کیا ہے کسی کو کچھ پتا نہیں ہے؟ ان پرائیویٹ سکولوں کو آپ جکڑ کر کسی پالیسی کے اندر لے کر آئیں۔ جیسے میں نے پہلے کہا کہ یہ اتنے طاقتور گروپ بن چکے ہیں کہ

حکمران ان کے سامنے ٹس سے مس نہیں ہو سکتے لہٰذا انہوں نے عام آدمی پر تعلیم کے دروازے بند کر دیئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج پنجاب میں ایک کروڑ20لاکھ بچے سکولوں سے باہر ہیں۔

جناب سپیکر! کسی بھی قوم کی تیاری میں اساتذہ کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ پچھلے سال حکومت نے اساتذہ کی ٹریننگ پر3۔ارب،92کروڑ روپے رکھے تھے لیکن اس دفعہ کوئی رقم نہیں رکھی۔ میرا خیال ہے کہ حکومت پہلے تو آہستہ آہستہ ذہنی طور پر طلباء اور اساتذہ سے فارغ ہوئی اور اب عملی طور پر اساتذہ سے بھی فارغ ہونا چاہتی ہے کہ ہمیں اربوں روپے ان کی تنخواہوں میں دینے پڑتے ہیں، " نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری" لہٰذا ان اساتذہ سے بھی جان چھڑا لی جائے۔ یہاں مال روڈ پر پچھلے کئی مہینوں سے وہ اساتذہ جو قوم کے معلم ہیں جنہوں نے قوم کو تیار کرنا ہوتا ہے، جو پوری دنیا میں سب سے معتبر اور معزز طبقہ سمجھے جاتے ہیں مگر یہاں ان پر لاٹھیاں برسائی جاتی ہیں، ان کا ٹھٹھہ کیا جاتا ہے اور سیکرٹری ایجوکیشن کو اتنی توفیق نہیں ہے کہ وہ initiative لے اور آگے بڑھ کر ان معاملات کو resolve کرے۔ ٹیچر کبھی پولیو کے قطرے پلا رہے ہیں، کبھی باردانے کی بوریاں بانٹ رہے ہیں، کبھی آپ کی کسی ڈیوٹی پر ہیں اور کبھی کسی ڈیوٹی پر ہیں۔ ہمیں شرم نہیں آتی کہ ہم اساتذہ کو اس طرح کی غیر نصابی سرگرمیاں جاری رکھنے پر مجبور کر رہے ہیں اور جب وہ احتجاج کرتے ہیں، جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کی بات نہیں سنی جاتی۔ انتہائی بے حسی اور انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ حکومت ٹس سے مس نہیں ہے۔ میں حکومت سے یہ کہوں گا کہ خدا کا خوف کریں یہ وہ طبقہ ہے جس نے آپ کی قوم کو تیار کرنا ہے ان کے جو بھی مسئلے ہیں، ان کی ترقیوں کا مسئلہ ہے، ان کی ٹرانسفرز کا مسئلہ ہے اور آپ ان سے غیر نصابی کام لیتے ہیں۔ یہ ان کا مسئلہ ہے آپ آگے بڑھیں اور ان کو اعتماد میں لے کر انہیں table پر بٹھا کر ان کے مسائل حل کریں ورنہ پوری دنیا کے اندر ہماری جگ ہنسائی اور بدنامی ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! اب میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات کروں گا، میں سمجھتا ہوں کہ بدقسمتی سے ہماری پولیس اور law enforcing agencies کو جتنی خطیر رقم بجٹ میں فراہم کی جاتی ہے اسی تیزی کے ساتھ crime rate میں بھی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ میں تو محترمہ وزیر خزانہ سے یہ کہنے والا ہوں کہ آپ آئندہ پولیس کا50۔ارب روپیہ کاٹ کر دوسرے جو deserving departments ہیں ان کو دے دیں پولیس کو آپ کے ان اربوں کی فکر نہیں ہے کیونکہ انٹی کرپشن نے لکھا ہے کہ پولیس نے کرپشن کے اندر top کیا ہے اور سب سے زیادہ کرپشن پولیس کی ہے۔ یہ اس سال کی انٹی کرپشن کی رپورٹ ہے اس لئے انہیں تو بجٹ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہم ہر سال اربوں روپیہ بڑھا

کر انہیں دے دیتے ہیں۔ میں اس کی تھوڑی سی تفصیل میں جاؤں گا کہ 14-2013 میں 70۔ارب، 51 کروڑ روپے تھا، 15-2014 میں 81۔ارب، 68 کروڑ روپیہ اور اب کی بار 16-2015 میں 94۔ارب، 68 کروڑ روپیہ رکھا ہے ہم نے مزید 13۔ارب روپیہ بڑھا دیا ہے۔ جب ہم نے اربوں روپیہ بڑھایا ہے تو اس سے صورتحال کی اصلاح ہونی چاہئے، اس میں بہتری آنی چاہئے تھی، جرائم کی شرح کم ہونی چاہئے تھی لیکن بدقسمتی کے ساتھ تمام سرویز یہ بتاتے ہیں کہ ہر گزشتہ سال کی نسبت کرائم میں 15 سے 20 فیصد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ پنجاب کے اندر ہر سوا گھنٹہ میں قتل کی ایک واردات ہو رہی ہے، 40250 اشتہاری ملزمان آزادانہ گھوم رہے ہیں انہیں پکڑنے کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ پنجاب میں صرف 2014 میں پنجاب کی تاریخ میں سب سے زیادہ بچے اغوا ہوئے جن کی تعداد 12245 ہے۔ ہر سال اغواء برائے تاوان کے 11 سے 12 ہزار واقعات رپورٹ ہوتے ہیں، گاڑیوں کی چوری کے 16 ہزار مقدمات، موٹر سائیکل ڈکیتی و چوری کے 20 ہزار اور مویشی چوری کے 5600 واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔ پنجاب میں گزشتہ دو سال کے دوران قتل کی 12300 اور اقدام قتل کی 30 ہزار وارداتیں ہوئی ہیں، خواتین و بچوں کے ساتھ زیادتی کے 538 واقعات ہوئے ہیں۔ یہاں پر چند ماہ پہلے وزیر داخلہ شجاع خانزادہ صاحب نے اعتراف کیا کہ پنجاب کے اندر 18 لاکھ لوگوں کے پاس اسلحہ لائسنس ہیں جن میں سے آدھے لائسنس جعلی اور نقلی ہیں۔ میں نے آپ کے سامنے جو مختصر سا data رکھا ہے جو facts and figures رکھے ہیں اس کے بعد ہر آدمی سر پکڑ کر بیٹھا ہے کہ پنجاب کے عوام کو پہلے صرف دہشت گردی کا سامنا تھا لیکن آج ہم پولیس گردی کا بھی مقابلہ کر رہے ہیں اور جب میں یہ بات کہتا ہوں تو میں الزام نہیں لگا تا بلکہ میں حقائق کی بنیاد پر یہ بات کرتا ہوں۔ وہ سانحہ ماڈل ٹاؤن ہو، وہ سانحہ ڈسکہ ہو، وہ سانحہ راولپنڈی ہو یا اس طرح کے درجنوں سانحات ہوں جن میں پولیس نے خود سری کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کو ایک برس ہو گیا ہے اسی ہاؤس کے floor پر کھڑے ہو کر ہم نے یہاں پر واویلا کیا کہ لوگوں کو گولیوں سے چھلنی کیا جا رہا ہے تو یہاں پر وزیر قانون نے کھڑے ہو کر کہا کہ۔۔۔

(اس مرحلہ پر ایوان میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی)

جناب سپیکر: فون بند کر دیا جائے Don't play with telephone, be careful

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ماڈل ٹاؤن میں ریاست کے اندر ریاست بنی ہوئی ہے، وہاں بے پناہ اشتہاری ہیں اور بہت بڑی مقدار میں اسلحہ ہے لہٰذا ہم ریاست کے اندر ریاست

نہیں بننے دیں گے۔ بد قسمتی سے اسی دن شام تک چودہ افراد پولیس کی گولیوں سے شہید ہو چکے تھے۔ پاکستان کی تاریخ میں اس سے بُرا واقعہ، اس سے سیاہ واقعہ کبھی نہیں ہوا اور ایک برس ہو گیا ہے کچھ پتا نہیں کہ ان چودہ افراد کے قاتل کون تھے اور کہاں گئے؟ بھلے مانا کہ وزیر اعلیٰ نے حکم نہیں دیا تھا، رانا ثناء اللہ لاء منسٹر نے حکم نہیں دیا تھا، ڈی آئی جی آپریشنز نے حکم نہیں دیا تھا لیکن چودہ افراد تو مرے ہیں، چودہ افراد تو جاں بحق ہوئے ہیں۔ کیا حکمرانوں کی یہ ذمہ داری نہیں بنتی تھی کہ وہ نکال کر کھڑا کرتے کہ ہم نے نہیں کیا یہ ذمہ دار ہیں، یہ مجرم ہیں اور قوم دیکھتی کہ یہ انصاف ہو رہا ہے۔ آپ ایک سال تک اپنی clean چٹ لینے میں مصروف رہے۔ آپ کو جسٹس باقر نجفی کی رپورٹ شائع کرنے کی توفیق نہیں ہوئی جو آپ نے کہا کہ اگر اس میں ذمہ داری کا تعین ہو گا تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی مرضی سے JIT بنائی اور اس JIT نے دو تین ماہ کے اندر آپ کو clear کر دیا۔ وہ قاتل کہاں گئے؟ آج پنجاب کے عوام پوچھتے ہیں کہ:

وہی قاتل وہی شاہد وہی منصف ٹھہرے
اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

جناب سپیکر! اس طرح سے حکومتیں نہیں چلا کرتیں، یہ good governance کے لئے بہت بڑا سوال ہے یہ good governance ہے bad governance ہے یا worst governance ہے کہ چودہ افراد مر گئے اور آپ کو پتا ہی نہیں کہ کس نے مارا ہے؟ آپ ان کو ٹرائل کریں وہ پھانسی کے پھندوں پر جھول جاتے تو قوم کو ٹھنڈ پڑ جاتی، لوگ سمجھتے کہ ہاں یہ انصاف ہوا ہے۔ میاں محمد شہباز شریف نے تو حکم نہیں دیا، رانا ثناء اللہ خان نے تو حکم نہیں دیا لیکن جن لوگوں نے گردن زنی کی ہے اور جن لوگوں نے انہیں مارا ہے آج وہ اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں لیکن اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ حکمرانوں کو اس کا جواب سوچنا ہو گا اور دینا ہو گا، ڈسکہ کے اندر جو کچھ ہوا، راولپنڈی کے اندر جو کچھ ہوا یہ وہ واقعات ہیں جن سے پولیس کا mindset ظاہر ہوتا ہے۔ جب آپ ان کو کھلی چھٹی دے دیں گے تو پھر اسی طرح کے واقعات ہوں گے کہ ایک ایس ایچ او جسے چاہے گولی مار دے۔ میرے حلقے کے اندر ایک حافظ قرآن معراج النبی شریف کی رات وہاں سے نکلا اور پولیس نے اس کو روکا۔ وہ تین بچے تھے، انہوں نے سوچا کہ یہ ہمارا چالان کر دے گا اور انہوں نے تھوڑی سی موٹر سائیکل تیز کر دی۔ اُس تھانے کے ایس ایچ او نے اس کے parallel جا کر اس کی گرن میں گولی ماری اور وہ لڑکا وہیں پر پھڑک گیا۔ کیا یہاں جنگل کا قانون رائج ہے اور کیا یہ good governance ہے؟ ہم اربوں

روپے محکمہ پولیس کو دیتے چلے جا رہے ہیں لیکن ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ملک میں بدامنی ہے۔ چھوٹو ڈکیت گینگ تو ان سے پکڑا نہیں گیا، ہزاروں پولیس اہلکاروں، ہیلی کاپٹر، فوج اور رینجرز کی مدد حاصل کی گئی لیکن اس کے باوجود وہ گھیرا توڑ کر نکل گیا۔ چھوٹو گینگ کے لوگ ہر چھ ماہ یا ایک سال کے بعد آتے ہیں اور آپ کے تھانے یا چوکیوں میں سے پولیس اہلکاروں کو اغواء کر کے لے جاتے ہیں۔ آپ منت سماجت کر کے اور ان سے مذاکرات کر کے اپنے ملازمین کو اس گینگ سے بازیاب کراتے ہیں۔ کیا یہ good governance ہے، کیا یہ پولیس کی authority ہے اور کیا اس طرح سے لوگوں کے جان و مال کو محفوظ بنایا جا سکتا ہے؟ نہیں، ایسے کام نہیں چلے گا۔

جناب سپیکر! تھانہ کلچر کی تبدیلی کے بارے میں میاں محمد شہباز شریف اکثر بات کرتے ہیں تو میں کئی دفعہ مسکراتا ہوں کہ ان کو قائد حزب اختلاف ہونا چاہئے تھا۔ وہ جب بات کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ تھانہ کلچر کو بدلنا چاہئے۔ جب تک تھانوں میں corruption ختم نہیں ہوتی تو اس وقت تک عدالتوں سے غریب آدمی کو انصاف نہیں مل سکتا۔ بھئی! اللہ کے بندے یہ بیان آپ کو تو نہیں دینا چاہئے۔ آپ ذرا خود سوچیں کہ پچھلے سات آٹھ سالوں سے تسلسل کے ساتھ آپ اس صوبے کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ آپ کی آنکھ کے اشارے سے اُوپر کی دنیا نیچے ہو جاتی ہے اور آپ روز یہ کہتے ہیں کہ تھانہ کلچر بدلنا چاہئے۔ بھئی! کب تھانہ کلچر بدلے گا؟ اس کی کوئی شروعات تو کریں اور ہمیں کچھ نظر تو آئے۔ یہاں پورے پنجاب کے اندر صورتحال یہ ہے کہ اگر کوئی واردات ہو جاتی ہے تو غریب آدمی ایف آئی آر درج نہیں کروا سکتا۔ میرا challenge ہے، آپ بھیس بدل کر میرے ساتھ چلیں، میں بھی چلتا ہوں، ہم کسی تھانے میں چلے جاتے ہیں اور جا کر بتاتے ہیں کہ یہ واردات ہو گئی ہے تو میں دیکھوں گا کہ کس طرح سے آپ کی ایف آئی آر درج ہوتی ہے؟ جناب! ایف آئی آر درج کروانے کے لئے ایم این اے کا ٹیلیفون جانا چاہئے، ایم پی اے کو خود جانا چاہئے یا پھر مٹھی گرم ہونی چاہئے اس کے بغیر ایف آئی آر درج نہیں ہوتی۔ یہاں ریپ اور دوسرے ہزاروں واقعات کی ایف آئی آرز درج نہیں ہوتیں۔ ابھی چند دن پہلے دیپالپور سے تعلق رکھنے والی ایک بچی اسمبلی سیکرٹریٹ کے باہر تڑپ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ظلم اور زیادتی کی گئی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے ڈی پی او کو فون کیا، وہ وہاں بھی تین دن دھکے کھاتی رہی لیکن ابھی تک اس بچی کی ایف آئی آر درج نہیں ہوئی۔ آپ کس تھانہ کلچر کی تبدیلی کی بات کر رہے ہیں؟ خدانخواستہ، خاکم بدہن، کوشش کر کے اگر ایف آئی آر درج بھی ہو جائے تو پھر انوسٹی گیشن صحیح نہیں ہوتی۔ فرض کریں کہ ایک غریب آدمی، مزدور آدمی مقبول احمد کے

ہاں ڈکیتی یا چوری ہو گئی ہے وہ تھانے جاتا ہے تو تھانے دار کہتا ہے کہ آپ کا پرچہ ہو جائے گا لیکن آپ کا ملزم خانیوال کا رہائشی ہے لہٰذا گاڑی لے کر آؤ ہم اس کو جا کر پکڑتے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ وہ غریب آدمی کہاں سے گاڑی لے کر آئے گا، وہ دس بارہ ہزار روپے کا پٹرول کہاں سے ڈلوائے گا اور اس ملزم کو پکڑنے کے لئے کتنی دفعہ اس کا بندوبست کرے گا؟ جب انوسٹی گیشن نہیں ہوتی تو آگے proper prosecution بھی نہیں ہو پاتی۔ جب proper prosecution نہیں ہوتی تو ملزموں کو سزا نہیں ہوتی اور وہ بچ جاتے ہیں۔ آج میرا challenge ہے کہ 80 فیصد نامزد ملزمان proper investigation and prosecution نہ ہونے کی وجہ سے بچ جاتے ہیں اس لئے سر عام دندناتے پھرتے ہیں، وہ اس معاشرے کا ناسور بن چکے ہیں اور حکومت کا منہ چڑا رہے ہیں۔ وہ پولیس کو للکار رہے ہیں کہ آئیں ہم کو روک کر دکھائیں ہم تو پہلے سے بڑا جرم اور ظلم کریں گے کیونکہ ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اس کے لئے ہمیں سوچنا ہوگا۔ میں اپنی محترمہ وزیر خزانہ اور وزیر داخلہ کو دو تین تجاویز دینا چاہتا ہوں۔ میری پہلی تجویز یہ ہے کہ پولیس افسران کو security of tenure حاصل ہونا چاہئے۔ کوئی پولیس افسر دو تین ماہ سے زیادہ ایک جگہ پر تعینات نہیں رہتا۔ آپ ایک ایس ایچ او یا ایس پی کو تعینات کرتے ہیں لیکن تین ماہ نہیں گزرتے کہ اس کو تبدیل کر دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ پر نئے افسر لگا دیئے جاتے ہیں۔ ایک سال میں ایک تھانے یا سرکل کے اندر اگر آپ چار چار، چھ چھ دفعہ پولیس افسران کی posting and transfer کریں گے تو پھر امن وامان کی صورتحال کا یہی حال ہو گا جو کہ آج کل ہے۔ جس فرد کو اپنے tenure کی سکیورٹی نہیں وہ اطمینان سے کام نہیں کر سکتا۔ ایک ایس ایچ او کسی تھانے میں تعینات ہوتا ہے تو تین چار ماہ تک تو وہ علاقے کے حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ یہاں جرائم کی شرح کیا ہے، جرائم پیشہ افراد کون ہیں، یہاں اچھے لوگ کون ہیں، جرائم پر قابو کیسے پایا جا سکتا ہے، میں اس تھانے کی حدود کے اندر کس طرح سے crime کو کنٹرول کر سکتا ہوں اور کس طرح سے امن وامان کی صورتحال میں بہتری آ سکتی ہے؟ ابھی وہ ان ساری باتوں سے واقف بھی نہیں ہوا ہوتا کہ راتوں رات کسی ایک event کو بہانہ بنا کر اس کو ٹرانسفر کر دیا جاتا ہے۔ بھلے اس نے کوئی غلطی کی ہو گی لیکن یہ طریق کار مناسب نہیں ہے۔ جب تک آپ یہ طریق کار ختم نہیں کرتے اس وقت تک حالات میں بہتری نہیں آ سکتی۔ آپ اس کو suspend کر دیں لیکن اسے تبدیل کر کے کسی دوسرے تھانے میں تعینات کر دینا ٹھیک نہیں ہے۔ اگر اس سے جرم ہوا ہے، اس نے

corruptionکی ہے یا اس نے کوئی اور غلطی کی ہے تو اس کو وہیں پرsuspendکریں،اس کی inquiryکریں لیکن اسے تبدیل نہ کریں۔مثلاً میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ پچھلے ایک سال کے دوران میرے تھانے علامہ اقبال ٹاؤن کے چھ یا سات ایس ایچ اوز تبدیل ہوئے ہیں۔مجھے ان کے ناموں کا پتا نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اب وہاں پر کون تعینات ہے؟جب تک آپ اپنے اس رویہ کو نہیں بدلیں گے،جب تک ان پولیس افسران کو security of tenureنہیں دیں گے تو امن وامان کی صورتحال بہتر نہیں ہو سکے گی۔آپ ان کو کہیں کہ اگر تم سے غلطی ہوئی تو تمہیں اسی تھانے کے اندر اُلٹا لٹکائیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ اس نے یہاں یہ جرم اور زیاتی کی ہے یا کرپشن کی ہے تو اس کو سزا دی گئی ہے اور اسے یہاں سے بھاگنے نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر!میری دوسری تجویز یہ ہے کہ تفتیش کے لئے transportationسرکاری طور پر مہیا کی جائے۔آپ پولیس کو اربوں روپے کا بجٹ دیتے ہیں۔اس کے لئے آپ ایک الگ cell بنائیں۔جب آپ practically on groundکسی ملزم کو پکڑ نہیں سکتے،اسے سزا نہیں دلوا سکتے تو پھر جرائم پر قابو کیسے پا سکتے ہیں؟اس کے لئے آپ الگ سے ایک cellبنائیں جس میں انجینئرز ہوں اور ہر تفتیشی کے پاس مجرموں کو پکڑنے کے لئے ٹرانسپورٹ کا خاطر خواہ انتظام حکومتی وسائل سے مہیا کیا جانا چاہئے۔جب تک یہ نہیں ہو گا اس وقت تک جرائم پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔آدھے سے زیادہ جرائم پیشہ لوگ دائیں بائیں ہو جاتے ہیں کیونکہ پولیس کے پاس ان کو پکڑنے کے لئے مناسب وسائل مہیا نہیں ہیں۔تفتیشی یا تھانیدار،انسپکٹر یا سب انسپکٹر اپنی جیب سے دس یا پندرہ ہزار روپے خرچ نہیں کر سکتا۔ملزمان کو پکڑنے کے لئے بعض اوقات دو تین دفعہ ریڈ کرنا پڑتی ہے۔اگر وسائل مہیا نہیں کئے جائیں گے تو وہ ملزمان کو بروقت پکڑ کر انصاف کے کٹہرے میں نہیں لا سکتے۔میری یہ تجویز ہے کہ پولیس کو اس طرف متوجہ کیا جائے اور ایک cellبنا کر تفتیشی افسران کے لئے ٹرانسپورٹ کا بندوبست حکومت خود کرے۔

جناب سپیکر!اسی طرح میں community policeکی تجویز دوں گا۔دنیا کے بہت سے ممالک میںcommunity police systemرائج ہے۔جس علاقے میں تھانہ واقع ہے وہیں کے کسی پڑھے لکھے نوجوان کا آپ انٹرویو کریں،اس کو ملازمت دیں اور اسی علاقے میں اس کو تعینات کر دیں۔ابتداء میں تھوڑی مشکلات آئیں گی لیکن اس فرد کو جب یہ پتا ہو گا کہ میرا خاندان ادھر رہتا ہے،میرے ہمسائے ادھر رہتے ہیں،میں نے یہیں مرنا اور جینا ہے،میری نیک نامی اسی میں ہے کہ میں

ایک مثالی افسر بن کر اپنے بزرگوں اور اہل محلہ کی دعائیں لوں، مجھے لوگ اچھے لفظوں میں یاد کریں تو وہ انتہائی محنت سے جرائم کا قلع قمع کرے گا۔اسے معلوم ہو گا کہ میرا جینا مرنا اسی دھرتی پر ہے اور یہیں مجھے سب چیزوں کے لئے جواب دینا ہے۔اس سے بہت بڑا فرق واضح ہو جائے گا اور امن وامان کی صورتحال میں بہتری آئے گی۔اس کی علاقے کے لوگوں کے ساتھ ایک personal attachment ہو گی جس کی وجہ سے اس کے اندر جرم کو ختم کرنے کے لئے ایک جذبہ پیدا ہو گا۔ایک اچھا اور سازگار معاشرہ وجود میں لانے کے لئے وہ اپنی تمام تر efforts کو بروئے کار لائے گا۔

جناب سپیکر!میں اپنے اس point کو wind up کرتے ہوئے prosecution کے حوالے سے بات کروں گا کیونکہ proper prosecution کے بغیر کسی ملزم کو سزا دلوانا ممکن نہیں ہے۔چند دن پہلے میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا ایک انٹرویو پڑھ رہا تھا جس میں انہوں نے کہا کہ 80 فیصد ملزمان poor prosecution کی وجہ سے سزا سے بچ جاتے ہیں۔اگر prosecution کے نظام کو بہتر کرنے کے لئے آج کل کے حالات کے مطابق نئی قانون سازی کرنی پڑتی ہے تو وہ بھی کی جائے۔جب تک یہ نہیں ہوتی اس وقت تک بہتری کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

جناب سپیکر!اب میں energy sector پر بات کروں گا۔یہاں پر ہمارے وزراء کی طرف سے بھی، وزیر اعلیٰ کی طرف سے بھی اور باہر بھی دو سال سے بہت بلند و بانگ دعوے ہم سُن رہے ہیں کہ power crisis ختم ہو رہے ہیں اور اتنی بجلی national grid میں add ہو جائے گی اور لوڈشیڈنگ کا بہت جلد خاتمہ ہو جائے گا۔خیر میں وہ پرانی باتیں نہیں دہراتا جس میں میاں محمد شہباز شریف نے کبھی چھ مہینے اور پھر دو سال کا تو چیلنج دے دیا کہ میں دو سال میں لوڈشیڈنگ ختم کر دوں گا۔وہ دو سال بھی پورے ہو گئے ہیں لیکن لوڈشیڈنگ ختم نہیں ہوئی بلکہ یہ بتدریج پہلے سے زیادہ بڑھ رہی ہے اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کی سب سے بڑی پہلی ناکامی جس کے حوالہ سے میں پہلے quote کر چکا ہوں کہ حکومت نے 31۔ارب روپیہ رکھا تھا جس میں سے صرف 11۔ارب روپیہ خرچ کر سکی ہے اُس کی وجہ تو محترمہ وزیر خزانہ جانتی ہوں گی یا حکمران جانتے ہوں گے لیکن یہ کتابیں یہی بتا رہی ہیں کہ آپ نے 31۔ارب روپیہ رکھا تھا۔لوڈشیڈنگ سے پوری قوم مرے جا رہی ہے، بلبلا رہی ہے لیکن آپ نے یہ پیسے خرچ نہیں کئے۔

جناب سپیکر!میں دوسری بات یہ کہوں گا کہ حکمرانوں کا پورا emphasize اور زور coal power generation پر ہے۔Coal power generation دنیا میں متروک ہوتی چلی جا

رہی ہے یعنی جہاں جہاں بھی کوئلے سے بجلی پیدا ہوتی ہے وہاں کی عوام نے اور وہاں کے ماہرین ماحول نے اُس کو زراعت اور خود انسانی زندگی کے لئے مضر قرار دیا ہے لیکن ہماری حکومت کا سب سے بڑا زور coal power projection پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں hydro power projection پر آنا چاہئے۔ اب میں یہ بات کرنے لگا ہوں کہ water resources and hydro power development vision 2025 کی یہ کتاب ہے اور یہ کتاب حکومت کی طرف سے ہے۔ اس ایجنسی نے اس کتاب کو سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد ملک کے مایہ ناز انجینئرز کے ذریعے اس پر thorough working کی ہے اور اُس کے بعد اس کتاب کو چھاپا۔ یہ کیا کہتے ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ hydro power کے ذریعے عوام کو دو روپے فی یونٹ بجلی ملے گی اور ایک لاکھ 40ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کے مقامات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ ایک لاکھ 40ہزار میگاواٹ کے اس کتاب کے اندر سارے نقشے اور ساری sites کی نشاندہی کی گئی ہے۔ 20ہزار میگاواٹ کے پیداواری منصوبوں کے لئے پراجیکٹ ڈائریکٹر سے لے کر نچلی سطح تک سالہا سال سے سٹاف کو تنخواہیں دی جا رہی ہیں یعنی 20ہزار میگاواٹ کے منصوبوں کو فوری طور پر شروع کیا جا سکتا ہے لیکن ہمارے حکمرانوں کی ترجیح یہ نہیں ہے کہ دو روپے فی یونٹ ان لوگوں کو بھی بجلی فراہم کریں۔ بھئی! آپ جو بجلی generate کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ تو 20روپے سے لے کر 40روپے فی یونٹ پڑتی ہے اور یہ جو ساہیوال، مظفر گڑھ، رحیم یار خان میں آپ coal کے ذریعے پراجیکٹ لگا رہے ہیں یہاں کے لوگ بھی اس پر احتجاج کر رہے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ یہاں کے لوگوں کی صحت اور زراعت کے لئے بالکل تباہ کن ہو گی۔ ایک بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ انہوں نے coal power energy sector میں جن کمپنیوں کے ساتھ معاہدے کئے ہیں اُن کمپنیوں کے ساتھ بنگلہ دیش نے 5.2 Cent فی یونٹ کئے ہیں اور ہماری حکومت 10.5 Cent فی یونٹ معاہدہ کر رہی ہے یعنی double سے بھی زیادہ ریٹ پر معاہدے کر رہی ہے اور یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ خدا کے لئے یہ لوٹ مار کا بازار ختم ہونا چاہئے اور بقولِ شاعر:

تم نے لوٹا ہے صدیوں ہمارا سکوں
اب ہم پہ چلے گا تمہارا فسوں
تم نہیں چارہ گر کوئی مانے مگر
ہم نہیں مانتے ہم نہیں جانتے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اب میں ہاؤسنگ پر بات کرتا ہوں۔ حکومت یہاں پر ہر سال کہتی ہے کہ ہم نے آشیانہ ہاؤسنگ سکیمیں بنادی ہیں۔ فیصل آباد میں مکمل ہو گئی ہے، ساہیوال میں مکمل ہو گئی ہے، لاہور میں مکمل ہو گئی ہے اور آئندہ پھر اتنی ہاؤسنگ سکیمیں مکمل ہو رہی ہیں۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا، اس floor پر کھڑے ہو کر میرا چیلنج ہے کہ ساہیوال میں 100 گھر بنے ہیں، فیصل آباد میں 115 یا 120 گھر بنے ہیں، لاہور میں 450 گھر بنے ہیں۔ 10 کروڑ صوبہ کے عوام میں یہ آشیانہ کے لچھن ہیں کہ یہ 100/100, 200/200, 400/400 گھر بنا کر آپ یہاں ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ہم نے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سے لوگوں کو رہائش کی سہولتیں فراہم کر دی ہیں۔ جو گھر بنے ہیں میں آپ کو کسی وقت لے جاؤں گا اور آپ کو لاہور کی آشیانہ ہاؤسنگ سکیم visit کراؤں گا کہ چھتوں کے اندر کس طرح سے crack آئے ہوئے ہیں، پلستر اُدھڑے ہوئے ہیں اور وہ آباد ہونے سے پہلے ویران گھر لگتے ہیں۔ وہاں پر زندگی کی بنیادی سہولتیں نہیں ہیں تو ایک غریب آدمی جو کسی وجہ سے اور خاص طور پر آپ کی پالیسیوں کی وجہ سے کیونکہ حکمرانوں کی پالیسیاں یہ نہیں ہیں کہ دیہاتوں سے لوگ لاہور کی طرف کوچ کریں۔ حکمرانوں کی پالیسیاں یہ ہیں کہ سارے ہی اِدھر آ جائیں اگر ہم ان facilities کو دیہاتوں کی طرف shift کرتے تو لاہور اور بڑے شہروں پر یہ pressure کم ہو سکتا تھا لیکن جس تیزی کے ساتھ لاہور شہر اور بڑے شہروں کی آبادی بڑھ رہی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی بھونڈا مذاق ہے کہ آپ 100/150 گھر فیصل آباد میں، 100/150 گھر ساہیوال میں اور 450 گھر لاہور میں بنا کر اور باقی لاہور میں 1800 گھر زیر تکمیل ہیں وہ بن رہے ہیں لیکن یہ تھوڑے سے گھر بنا کر آپ کہیں کہ ہم نے آشیانہ مکمل کر دیا، ہم نے تو جناب اتنے گھر بنا دیئے تو جناب یہ اصل معاملہ کیا ہے؟ ہاؤسنگ کی facilities کی فراہمی کے لئے یہاں پر حکومت نے جو ادارے بنائے، LDA بنایا، FDA بنایا، GDA بنایا، PDA بنایا، یہ تمام ادارے کمرشل ادارے بن چکے ہیں ایل ڈی اے کی بنیادی ذمہ داری لاہور کے لوگوں کو رہائشی سہولتیں فراہم کرنا نہیں ہیں۔ میں یہاں on the floor of the House کھڑے ہو کر یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ کمرشل ادارے ہیں جن کا بجٹ کھربوں روپیہ ہے ان کا اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ انہوں نے یہاں پر عام آدمی کو سستے پلاٹ دینے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب! آپ مہربانی کر کے wind up کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں آج دو گھنٹے اور لوں گا کیونکہ مجھے صوبہ پنجاب کی عوام کے حوالہ سے بات کرنی ہے۔ اگر آپ کہیں گے تو میں اپنی بات کو کم کرنے کی کوشش

کروں گا لیکن آپ مجھے دل کی بات کرنے دیجئے۔ میں facts and figures پر بات کر رہا ہوں اور میں محض غلط بات کوئی نہیں کروں گا، to the point بات کروں گا لیکن میں good governance کا پردہ چاک کر کے رہوں گا اور آپ مجھے ٹائم دیں گے۔

جناب سپیکر! LDA City کی publicity campaign پر دو ارب روپیہ لگا ہے۔ Star Marketing او خدا کے بندو! آپ حکومت ہو یا آپ تاجر ہو؟ آپ کا یہ کام ہے کہ آپ LDA کا نام لے کر LDA City, LDA City کر کے private partnership کا نام لے کر پوری دنیا سے اربوں روپیہ اکٹھا کر لیں اور میرا چیلنج ہے کہ ایل ڈی اے کے اکاؤنٹ میں ایک روپیہ نہیں آیا۔ اُن private companies کے اکاؤنٹس میں آپ اربوں روپیہ بھیج دیں اور مجھے اب ایل ڈی اے بتائے کہ یہاں لاہور میں کوئی غریب آدمی دو یا تین مرلے کا مکان یا پلاٹ لینا چاہتا ہے، ایل ڈی اے کی کسی سکیم میں 10/8 لاکھ روپیہ فی مرلہ سے ریٹ کم ہے، نہیں ہے اور اس کا ذمہ دار کون ہے، کون ہے جو check and balance رکھے اور کون ہے جو ان اداروں کو شُتر بے مہار اور خالصتاً کمرشل ادارہ بننے سے روکے؟ لاہور کے چھوٹے چھوٹے محلوں کے اندر 50/50 سال سے جو properties commercially استعمال ہو رہی ہیں وہاں پر دکانیں کھلی ہوئی ہیں، کھوکھے ہیں یا کوئی مارکیٹ بنی ہوئی ہے یہ عجیب تماشا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں صاحب! اپنی بات جاری رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میری عمر 61/60 سال ہے جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں main road پر دکانیں بھی ہیں اور سب کچھ ہے۔ اُن لوگوں کو لاکھوں روپے کے روز نوٹس آ رہے ہیں کہ commercialization fee جمع کراؤ۔ یہ کسی کے باپ کا قانون ہے؟ کسی کی اپنی پراپرٹی ہے اُس پر ٹیکسوں کی بھرمار پہلے ہے۔ پراپرٹی ٹیکس وہ دے رہا ہے، general sales tax وہ دے رہا ہے، income tax وہ دے رہا ہے اور ایل ڈی اے کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کہ وہ جس محلے میں جاتے ہیں شتر بے مہاروں کی طرح گاڑیاں ساتھ لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ seal کر دو، seal کر دو کیا یہ جنگل کا قانون ہے؟ اس طرح معاملات نہیں چلیں گے۔ لوگوں کا غصہ اکٹھا ہو رہا ہے یہ کسی وقت بھی blast ہو جائے گا۔ ان اداروں کو نکیل ڈالنے کا وقت آ گیا ہے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ یہ ادارے جو لوگوں کو facilitate کرنے کے لئے ہیں، جو لوگوں کو رہائشی سہولت

فراہم کرنے کے لئے ہیں لیکن انہوں نے پرائیویٹ سیکٹر کو crush کر دیا ہے۔ آج میرا چیلنج ہے کہ جو رہائشی سکیم پاس کرانے جاتا ہے، جو سب ڈویژن کرانے کے لئے جاتا ہے، جس کی تھوڑی زمین ہے پچاس یا ایک سو کنال ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس کے پلاٹ اور سڑکیں بنا کر بیچ دوں گا وہ سالہا سال وہاں دھکے کھاتے ہیں اور کوئی شنوائی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چودہ قسم کے NOC's لے کر آؤ، TEPA سے NOC لے کر آؤ Flood والوں سے NOC لے کر آؤ، Environment والوں سے NOC لے کر آؤ اور WASA سے NOC لے کر آؤ لیکن آپ ہزاروں ایکڑ کی سکیم LDA-City کے نام سے announce کرتے ہیں لیکن کسی NOC کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ پرائیویٹ سیکٹر کو press کیا جا رہا ہے۔ ان کو encourage کرنے کے بجائے press کیا جا رہا ہے۔ انہیں sister organization کو encourage کرنا چاہئے کہ وہ آپ کے بوجھ کو کم کریں اور آپ کا ہاتھ بٹائیں۔ اگر کسی نے ایل ڈی اے کی سکیم میں پلاٹ لینا ہو تو وہ سو دفعہ سوچتا ہے، لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اور ڈی ایچ اے، واپڈا ٹاؤن، نیسپاک اور کینال ویو میں جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایل ڈی اے کی سکیم کا نام آتے ہی لوگ سو دفعہ سوچتے ہیں کہ اس میں کیا فراڈ ہوگا، یہاں کتنے دھکے کھانے پڑیں گے، کیا پلاٹ duplicate ہو چکا ہوگا یا قبضہ کارروائی کیسے ہوگی اور ایل ڈی اے سے نقشہ کیسے پاس ہوگا؟ یہی حال دوسرے شہروں کے ترقیاتی اداروں کا بھی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ان اداروں کی از سر نو کارکردگی دیکھی جائے اور لوگوں کی جیبوں سے صرف روپیہ بٹورنے کا ذریعہ نہ ہو۔ میرا یہ چیلنج ہے کہ کتنے لاکھ لوگوں کو لاہور کے اندر ایل ڈی اے نے سستی رہائشیں فراہم کی ہیں یا سستے پلاٹ دیئے ہیں۔ ایل ڈی اے ایونیو کو 25 سال ہو گئے ہیں وہاں جا کر ریٹ معلوم کریں کہ کیا ہیں؟ لیکن کوئی سننے والا نہیں ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اگر وہاں پر ان کے قابو کوئی آ جائے تو وہاں سے اس کی خدا خدا کر کے جان چھوٹتی ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے کسان بھائیوں کی طرف آتا ہوں۔ یہ حکومت کسانوں کا دم بھرتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم کسان دوست حکومت ہیں لیکن معذرت کے ساتھ جیسا کہ میں نے پہلے زراعت کے حوالے سے پڑھا تھا کہ جو بجٹ تھا اس کا انہوں نے آدھا بھی خرچ نہیں کیا اور وہ بجٹ جو ڈویلپمنٹ کا بجٹ ہے وہ lapse ہو گیا۔ ایک تازہ تازہ معاملہ ہے کہ حکومت نے اعلان کیا کہ 190۔ ارب روپے کی گندم کی خریداری کو یقینی بنائیں گے۔ اس کے لئے محکمہ زراعت کی طرف سے باقاعدہ booklet چھپا اور بڑے وسیع پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔ اس پر کسان بڑے خوش ہوئے، ہم بڑے خوش ہوئے کہ چلیں پہلی

دفعہ ایک منظم اور مربوط کوشش کسانوں کو ease out کرنے کے لئے ہو رہی ہے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ 190۔ارب کے بجائے صرف 80۔ارب روپے کی گندم خریدی گئی اور اس کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ مزید خریداری ہم نہیں کریں گے۔ کسانوں کے ساتھ یہ اتنا بڑا دھوکا ہوا ہے کہ باردانہ کی تقسیم سے لے کر پیسوں کی وصولی تک عام آدمی جو پانچ سات ایکڑ کا مالک ہے، میں ایم پی ایز کی بات نہیں کرتا، میں بڑے زمیندار کی بات نہیں کرتا کیونکہ انہیں تو باردانہ مل ہی گیا ہوگا بلکہ ان کے فون پر بھی کئی لوگوں کو باردانہ مل گیا ہوگا لیکن عام آدمی دھکے کھا کھا کر رُل گیا ہے۔ وہ اے سی کے دفتر اور دوسری جگہوں کے چکر لگا کر تھک گیا کہ خدا کے لئے ہمیں باردانہ دے دو، باردانہ آ رہا ہے باردانہ جا رہا ہے اور اس کے بعد عام زمیندار اور کسان سنتا ہے کہ اب حکومت کی پالیسی ختم ہو گئی ہے اور اب حکومت مزید گندم نہیں خرید رہی۔ وہ گندم جس کا اعلان ہوا تھا کہ حکومت 1300 روپے فی من خریدے گی۔ کاشتکار کی holding power نہیں ہے۔اس بے چارے کے سات آٹھ یا پانچ ایکڑ پر گندم ہے تو اس میں سے 200،300 من گندم اگر نکلی ہے تو وہی اس کا کل اثاثہ ہے جو دو تین لاکھ روپے اسے مل جائیں جس سے وہ اپنے پچھلے قرضے اتار لے اور آئندہ کے لئے وہ اپنی زمین پر انوسٹمنٹ کرے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت گندم کی فصل بھی کوئی بہت اچھی نہیں ہوئی لیکن جو زمیندار اور کسان کے ساتھ ہوا ہے وہ بھی ایک بھونڈا مذاق ہے۔ کسانوں نے مجبوراً آڑھتیوں کے پاس ایک ہزار، ساڑھے دس سو یا گیارہ سو روپے پر گندم فروخت کی ہے۔اس کے بعد آڑھتیوں نے باردانہ بھی لے لیا، تیرہ سو روپے پر انہوں نے گندم بھی بیچی اور بیٹھے بٹھائے پنجاب بھر کے آڑھتیوں اور بیوپاریوں نے اربوں روپے کا کاروبار کیا لیکن غریب کسان کی جیب پر ڈاکا ڈالا گیا ہے اور حکومت اسے ان ڈاکوؤں سے نہیں بچا سکی۔ حکومت نے ان ڈاکوؤں کو facilitate کیا ہے، کسانوں کو مجبور کیا گیا ہے لیکن حکومت ان کی مدد کو نہیں آئی۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ پچھلی دفعہ چاول تباہ ہو گیا اور کوئی خریدار نہیں تھا کسان کی cost price پوری نہیں ہو رہی تھی۔ حکومت نے اعلان کیا کہ پانچ ہزار روپیہ فی ایکڑ دھان کے زمیندار کو دیں گے۔یہاں اسی نوے فیصد لوگ چیختے چلاتے رہے اور کسی کو وہ پانچ ہزار روپیہ فی ایکڑ نہیں ملا۔ یہ جو ساتھ والے اضلاع شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ ہیں جہاں چاول کی زیادہ فصل ہوتی ہے یہاں کے زمینداروں کو ہم نے روتے پیٹتے اور آہیں اور سسکیاں لیتے دیکھا ہے۔ میرے پاس بطور قائد حزب اختلاف کئی وفد آئے کہ خدا کے لئے میری اتنے ایکڑ دھان کی فصل تھی آپ مجھے اس کے پیسے لے

دیں لیکن حکومت نے اعلان کر کے بھی اپنے اعلان کا کوئی پاس نہیں کیا۔ اس کے برعکس یہ ہوا کہ شوگر ملوں کو 12۔ ارب روپے کی سبسڈی دے دی گئی اور فلور ملوں کو 6۔ ارب روپے کی سبسڈی دے دی گئی۔ یہ تو وہی ہوا جو ہم مرکزی بجٹ کی باتیں سنتے ہیں کہ بزنس مین بڑا خوشحال ہے، وہ بڑا خوش ہے، حکومت سے بڑا خوش ہے اس کی پالیسیوں سے بڑا خوش ہے۔ ملوں والے، شوگر ملوں والے، فلور ملوں والے اور دیگر ملوں والے خوش ہیں وہ تو لڈیاں ڈال رہے ہیں کیوں نہ ڈالیں اس لئے کہ ان لوگوں کو گھر بیٹھے بٹھائے سارا کچھ مل جاتا ہے۔ انہیں کوئی محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ 12۔ ارب روپے کی سبسڈی شوگر ملوں کو جو دی گئی ہے یہ غریبوں کا حق ہے یہ ان کسانوں کا حق ہے جن کو گندم کے پیسے، جن کے گنے کے پیسے دو دو سال سے نہیں ملے ابھی تک وہ دو چرزلے کر دھکے کھا رہے ہیں۔ ملیں شروع ہوئیں، ملیں بند ہو گئیں گنے سے چینی پیدا کر کے ان کو ان کی رقومات نہیں دی گئیں۔ آپ یہ بتائیں کہ وہ کس کے پاس جائیں اور کس سے انصاف لیں۔

(اس مرحلہ پر ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "شیم شیم" کی نعرے بازی)

جناب سپیکر! اب 6۔ ارب روپے کی subsidy فلور ملوں کو دے دی ہے لیکن کسانوں کو نہیں دی۔ ایک طرف ہم کسانوں کو facilitate کرنے کی بات کرتے ہیں لیکن دوسری طرف ہم کہتے ہیں کہ "پکیاں سڑکاں، سوکھے پینڈے" واہ بھئی واہ یہ بڑا زبردست نعرہ ہے یعنی "پکیاں سڑکاں، سوکھے پینڈے" کا سات سال بعد انہیں یاد آیا ہے۔ انہیں پہلے سات سال یاد نہیں آیا کہ پینڈے سوکھے ہوندے نیں جے سڑک پکی ہووے تے۔ پنجاب میں جا کر دیکھیں کہ کیا حال ہے، یہ چوتھا سال ہے اور آپ لاہور سے نارووال کی سڑک جا کر دیکھیں کہ کتنا ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے؟ interior Punjab کے اندر کسی سڑک پر کسی بھی route پر چلے جائیں اور link roads جو تباہی اور خستہ حالی کا منظر پیش کر رہے ہیں ایسا تاریخ میں کبھی نہیں ہوا اسی لئے انہیں یاد آیا کہ اب انتہا ہو گئی ہے لہٰذا اب ان سڑکوں کو بنانا ہو گا اور کہتے ہیں کہ ہم نے 50۔ ارب روپے رکھے ہیں شاید اس سے کسانوں کو فائدہ ہو جائے۔ کسانوں کو کیا فائدہ ہونا ہے کیونکہ اُن پر آپ نے 16 فیصد ٹرانسپورٹیشن ٹیکس لگا دیا ہے۔ ایک غریب آدمی جس نے 50 یا 100 من آلو، گندم یا چاول اوکاڑہ سے لاہور لے کر آنا ہے اُس کی اجناس پر 16 فیصد ٹرانسپورٹیشن ٹیکس لگا دیا ہے لیکن وہ آپ کی سڑکوں کا کیا کرے گا؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی تمام پالیسیاں کسان کش پالیسیاں ہیں اور جب بھی یہ حکومت آتی ہے کسانوں کے بُرے حال ہو جاتے ہیں۔ انہیں اُن کے گنے کے پیسے نہیں ملتے، آلو تباہ و برباد ہو جاتا ہے، چاول خریدنے والا کوئی نہیں ہوتا اور گندم کے پیسے

بھی نہیں ملتے جبکہ اُن پر ٹیکسوں پر ٹیکس لگایا جا رہا ہے۔ وہ خودکشیاں نہ کریں، احتجاج نہ کریں اور جلسے جلوس نہ نکالیں تو اور کیا کریں، وہ لوگ کدھر جائیں؟

جناب سپیکر! میری وزیر خزانہ سے استدعا ہے کہ اگر آپ اس ٹیکس کو overall waive نہیں کر سکتیں تو کم از کم زرعی اجناس پر اس ٹیکس کو waive کرنا چاہئے۔ ہمارا joint اپوزیشن کی طرف سے یہ مطالبہ ہے کہ زرعی اجناس پر جو آپ 16 فیصد ٹرانسپورٹیشن ٹیکس لگا رہے ہیں یہ نہیں لگنا چاہئے۔ باقی بھی معاف کر دیں تو بہت اچھی بات ہے لیکن مزدوروں اور کسانوں کی خاطر یہ ٹیکس اٹھالیں اور اس کو waive up کر دیں۔ اگلی بات میں یہ کروں گا کہ کسان اپنے شوق سے جلسے جلوس یا احتجاج نہیں کرتے بلکہ جب وہ مجبور ہو کر باہر سڑکوں پر نکلتے ہیں تو اُن کے ساتھ حکمران نمائندے بیٹھ کر وعدے وعید بھی کرتے ہیں مگر اُن کے مطالبات پورے نہیں ہوتے یعنی مانے نہیں جاتے جبکہ کسان راہنماؤں پر دہشت گردی کے مقدمات بنانا کسی طور پر بھی ہمیں زیب نہیں دیتا۔ میری آپ کے توسط سے حکومتی بنچوں سے یہ گزارش ہے کہ جتنے بھی کسان راہنما ہیں وہ criminals نہیں ہیں، وہ ریکارڈ ہولڈر نہیں ہیں اور انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اگر وہ اس پاک دھرتی کے سپوتوں کے جذبات کے ترجمان بنتے ہیں، وہ اُن کے دکھوں کی بات کرتے ہیں، وہ اُن کے احساسات کی بات کرتے ہیں، اُن کے جذبات کی بات کرتے ہیں، اُن کی خواہشات کی بات کرتے ہیں، اُن کے مسائل کے حل کی بات کرتے ہیں اور حکمرانوں کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں تو وہ اپنی ذات کے لئے نہیں کر رہے بلکہ پنجاب کے عوام اور کسانوں کے لئے کر رہے ہیں جبکہ اُن پر دہشت گردی کے مقدمات بنانا کیسی good governance ہے؟ میرا مطالبہ ہے کہ اُن تمام کسان راہنماؤں پر جنہوں نے غریب کسانوں کے حقوق کی آواز بلند کی ہے اُن پر دہشت گردی کے مقدمے ختم ہونے چاہئیں بلکہ فی الفور ختم کئے جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں اب دو تین مختلف محکمے جو رہ گئے ہیں اُن پر مختصر ہی عرض کروں گا۔ میں کچھ individuals یعنی نابینا افراد کے حوالے سے as a community بہت افسوس کے ساتھ بات کروں گا۔ آپ نے پوری مہذب دنیا میں کبھی یہ سنا یا پڑھا بلکہ Guinness book of world record میں درج ہونے کے قابل یہ واقعات ہیں کہ نابینا افراد نے پنجاب اسمبلی کو گھیرا ہوا ہے، سارے دروازوں پر نابینا افراد کھڑے ہوئے ہیں، لیٹے ہوئے ہیں اور کسی کو اندر نہیں آنے دے رہے۔ ہم چوروں کی طرح چھپتے پھر رہے ہیں کہ وہ دروازہ بھی بند ہے، یہ دروازہ بھی بند ہے، وہاں بھی نابینا افراد کھڑے ہیں اور فلاں جگہ پر بھی نابینا افراد کھڑے ہیں۔ کبھی آپ لاٹھیوں سے انہیں پیٹتے ہیں، کبھی آپ اُن

کے ساتھ بیٹھ کر جھوٹے وعدے کرتے ہیں اور انہیں lollypop دینے کے بعد جب وہ دوبارہ آتے ہیں تو پھر اُن کی تضحیک اور تذلیل کرتے ہیں۔ مجھے بتائیں کہ وہ کتنے لاکھ یا کتنے کروڑ لوگ ہیں، وہ چند سو لوگ ہیں انہیں آپ accommodate کیوں نہیں کرتے؟ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے اور میں پھر وہی کہوں گا کہ کیا یہ mindset ہے کہ پسے ہوئے طبقوں اور محروم طبقوں کو آپ نے uplift نہیں کرنا؟ یہ اسی کا کرشمہ سازی ہے کہ آپ اُن طبقات کو دھتکارتے چلے جاتے ہیں، اُن کے ساتھ ظلم وزیادتی کرتے رہتے ہیں اور اُن کے ساتھ بار بار بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اتنے cool رویوں کے ساتھ پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے صوبے کے چیف سیکرٹری یہ کہتے ہیں کہ محکمہ سوشل ویلفیئر اینڈ بیت المال کے مطابق معذور افراد کی مختلف محکموں کے اندر 4773 اسامیاں خالی ہیں جن میں سے 2628 اسامیاں پنجاب کے مختلف محکموں میں ہیں اور 2145 اسامیاں مختلف ضلعی پوسٹوں میں خالی ہیں۔ یہ ہزار ڈیڑھ ہزار نابینا افراد ہیں جبکہ ساڑھے چار ہزار اسامیاں خالی پڑی ہیں تو یہ سوچ کر ہم اپنا سر پیٹیں یا کیا کریں؟ یہ اسامیاں پچھلے چھ سالوں سے خالی پڑی ہیں جو میں نہیں کہہ رہا بلکہ چیف سیکرٹری پنجاب کہہ رہا ہے کہ پچھلے چھ سال سے فلاں فلاں ڈیپارٹمنٹ کے اندر یہ اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ آپ اُن نابینا افراد کی تضحیک کر رہے ہیں، اُن پر لاٹھیاں برسا رہے ہیں، کیا اللہ کے عذاب سے آپ کو ڈر نہیں لگتا، کیا اللہ کے سامنے ہم نے پیش نہیں ہونا، اُس کے سامنے جواب دہ نہیں ہونا اور کیا ہم ان محروم طبقوں کی نہ سُن کر حق حکمرانی ادا کر رہے ہیں؟ اگر آپ کے پاس اسامیاں نہ ہوں تو اور بات ہے مگر جب آپ کے پاس یہ اسامیاں خالی ہیں تو پھر انہیں بھرتی کیوں نہیں کرتے؟ اُس دن رانا ثناء اللہ کہہ رہے تھے کہ ہم 200 لوگوں کو daily wages پر آٹھ ہزار روپیہ مہینہ دے رہے ہیں، کیا آپ اُن پر احسان کر رہے ہیں؟ آپ اُن کا حق انہیں لوٹائیں کیونکہ یہ آپ کی اخلاقی ذمہ داری ہے، آئینی ذمہ داری ہے اور اسلامی ذمہ داری بھی ہے۔ آپ کو اس کا جواب دینا ہوگا کہ یہ محروم طبقے تھے جو دھکے کھاتے پھر رہے تھے، لاٹھیاں کھاتے پھر رہے تھے اور 46 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت پر چلچلاتی دھوپ میں سڑکوں پر اپنے آپ کو جلا رہے تھے لیکن حکمران ٹھنڈی لینڈکروزروں اور ٹھنڈے محلات میں بیٹھے ہوئے تھے جن کو احساس اور خیال ہی نہیں تھا۔ میں وزیر خزانہ سے یہ عرض کروں گا کہ جو 4773 اسامیاں خالی ہیں فی الفور ان کے عوض نابینا افراد کو بھرتی کرنے کا آرڈر فرمائیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ کس آدمی کو کس جگہ پر بھرتی کریں بلکہ جس کی جو بھی qualification ہے، کوئی درجہ چہارم میں آئے گا اور جو پڑھا لکھا یا skilled ہے اُس کو اس حساب سے adjust کریں۔ اپنی ضد چھوڑ دیں کیونکہ آپ اُن

کو اپنی جیب سے دینے نہیں جا رہے بلکہ یہ پنجاب کے عوام کا بجٹ ہے۔ پنجاب کے لوگوں کے یہ وسائل ہیں جن کو آپ نے اُن میں تقسیم کرنا ہوگا اور اُن محروم طبقوں کو دینا ہوگا جو اُن کا حق ہے، آپ کا کوئی احسان نہیں ہے۔ اگر آپ انہیں اُن کا حق نہیں دیں گے تو ہم پھر اُن کے ساتھ سڑکوں پر ہوں گے، اُن کے ساتھ لیٹیں گے، لڑیں گے اور جیلوں میں جائیں گے لیکن نابینا افراد کو اُن کا حق دلوا کر رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میٹرو بس پر ماشاء اللہ 40/40۔ارب، 60/60۔ارب اور 70/70۔ارب روپیہ لگا رہے ہیں لیکن یہاں کون سنتا ہے اور کسی کی کوئی نہیں سنتا؟ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس شہر لاہور میں پچھلے سال ڈیڑھ سال میں دو بدترین واقعات ہوئے ہیں جس کی لاہور کی تاریخ میں مثال نہیں ہے۔ 14 افراد انار کلی میں زندہ جل گئے جن کو آپ کے ادارے ریسکیو نہیں کر سکے۔ اسی طرح شاد باغ کا سانحہ ہوا۔ یہ میں دُور دراز بارڈر ایریا کی بات نہیں کر رہا، interior Punjab کی بات نہیں کر رہا بلکہ وہاں کی بات کر رہا ہوں جو شہر لاہور، تختِ لاہور اور والئ لاہور کے سایہ کے نیچے چھ بچے تڑپ تڑپ کر زندہ جل جاتے ہیں اور زندہ راکھ ہو جاتے ہیں۔ فائر بریگیڈ آتا ہے، اس کی گاڑی آتی ہے، اس کا دفتر قریب ہے، اہل محلہ چیختے اور چلاتے ہوئے وہاں پہنچتے ہیں تو اس پریشر میں وہ بندہ اٹھ کر گاڑی لے کر آتا ہے۔ جب گاڑی وہاں پہنچتی ہے، اس کو پائپ لگانے لگتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ اس کی تو چوڑی جام ہے جو پچھلے چار سال سے ایک دفعہ بھی نہیں کھلی۔ ایک گھنٹہ وہ گاڑی وہاں پر کھڑی رہتی ہے پھر بھاگتے اور دوڑتے ہیں اور دوسری منگواتے ہیں۔ دوسری گاڑی آ جاتی ہے، وہاں نل کسا جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ ٹینک خالی ہے اور پانی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! یہ لاہور شہر کا حال ہے۔ ان ماں باپ پر کیا گزری ہو گی، ان کے عزیز و اقارب اور لواحقین پر کیا گزری ہو گی؟ کبھی ہم نے سوچا ہے کہ اگر ہمارے ساتھ یہ سانحہ یا حادثہ ہو جاتا تو ہم کیا کرتے، ہم کس طرح سے زندہ رہتے، ہم کس اذیت اور کس قرب میں ہوتے؟ چھ کے چھ بچے وہاں پر جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ وہ فائر بریگیڈ حکومت کی ترجیح نہیں ہے، لوگوں کو ریسکیو کرنا، لوگوں کی جانوں کو بچانا، لوگوں کی جانوں کو محفوظ کرنا، لوگوں کی صحت کو ٹھیک کرنا اور لوگوں کو تعلیم یافتہ بنانا یہ حکمرانوں کی ترجیح نہیں ہے۔ میں نے facts & figures کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ فائر بریگیڈ لاہور میں پچھلے چار سال سے 187 اسامیاں خالی پڑی ہیں کیوں نہیں fill کی گئیں؟ گاڑیاں کھٹارہ، بیس بیس،

پچیس پچیس سال پرانی گاڑیاں ہیں، کسی ایک فائر بریگیڈ کے اندر بھی according to the law وہ equipment نہیں ہے، وہ facilitated نہیں ہیں اور وہ facilities موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اس طرح کے بھیانک اور heinous قسم کے واقعات ہونے کے بعد حکمران اپنی ترجیحات کو بدلیں اور اس طرح کے واقعات کا اعادہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے جیسے پہلے کہا کہ لاہور کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ چھ بچے اوپر جل رہے ہیں، نیچے سے اوپر گئے ہیں اور اوپر سے نیچے آ رہے ہیں اور چھ کے چھ جل جاتے ہیں لیکن اس شہر لاہور میں انہیں بچانے والا، آگ بجھانے والا، طبی امداد دینے اور ریسکیو کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میاں محمد شہباز شریف جتنے مرضی دعوے good governance کے کریں، جتنی مرضی باتیں کریں اور جتنے مرضی کھوکھلے نعرے لگائیں لیکن عوام جان گئے ہیں کہ good governance کی اصل اصلیت کیا ہے اور کس طرح سے یہ لوگوں کو govern کر رہے ہیں اور کس طرح سے لوگوں کی جان و مال کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے؟ مختلف ڈیپارٹمنٹس ان کو تحفظ فراہم کرنے کی بجائے ان کی زندگیوں کے درپے ہیں۔

جناب سپیکر! صحت، میں یہ سمجھتا ہوں کہ صوبہ پنجاب جس میں 2173 لوگوں کے لئے صرف ایک ڈاکٹر ہے، صوبہ پنجاب میں چار ہزار کی آبادی کے لئے صرف ایک dentist ہے اور 80 فیصد نرسز سٹاف کی کمی ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق ایک ہزار کی آبادی پر ایک ڈاکٹر کا ہونا ضروری ہے۔ آپ اس سے تصور کر لیں کہ عالمی ادارہ صحت کے fixed targets ہیں، ہم اس سے کتنا پیچھے ہیں اور ہمارے دعوے کیا ہیں؟ میں مختصر سی بات کروں گا کہ یہاں لاہور کے اندر جو حال چلڈرن اور جنرل ہسپتال کا ہے، میں اگلے دنوں ایک مریض کو ایمرجنسی میں لے کر گیا تو مجھے یہ جان کر انتہائی دکھ اور افسوس ہوا کہ وہاں پر وہیل چیئر نہیں ہے۔ ایک آدمی کی ٹانگ کٹی، وہ پیدل چل نہیں سکتا تھا جو کہ میرا پڑوسی تھا اور ایکسیڈنٹ کے بعد اسے وہاں پر لے کر پہنچے تو میں پیچھے گیا، پورے جنرل ہسپتال میں دو وہیل چیئرز ہیں۔ یہ good governance ہے؟ اندازہ کریں کہ ایمرجنسی کے اندر دوڑ دوڑ کر پیچھے جاتے رہے کہ کسی دوسرے وارڈ سے وہیل چیئر مل جائے لیکن وہ کہنے لگے کہ ہسپتال میں ہیں ہی دو وہیل چیئرز۔

جناب سپیکر! کسی وقت اسمبلی سیشن کے بعد میں آپ کو دعوت دوں گا کہ آپ چلڈرن ہسپتال جا کر visit کریں کہ ایک بیڈ پر چار چار بچے پڑے ہیں اور ان بچوں کو مختلف قسم کے امراض لاحق

ہیں جن کا آپس میں اکٹھے رہنا بھی صحت کے نکتہ نظر سے انتہائی خطرناک ہے لیکن وہ مجبور ہیں یعنی کروڑوں بچوں کا یہ صوبہ جس میں بچوں کی treatment کے لئے ایک ہسپتال ہے اور وہ بھی over burdened ہے۔یہی حال پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا ہے۔ وہاں پر آپ چلے جائیے تو آپ کو نیچے چادر بچھا کر لوگ drip لگائے ہوئے، آپ کوریڈور سے شروع ہو جائیں، پورے ایمرجنسی وارڈ میں چلے جائیں، خود مجھے پچھلے سال یہاں پر heart کی تھوڑی problem ہوئی اور یہاں سے میں سیدھا ہسپتال گیا جہاں بغیر بتائے کہ میں ایم پی اے ہوں یا میں قائد حزب اختلاف ہوں۔ جب میں اندر داخل ہوا تو اس وقت میرے ساتھ کوئی میرا colleague نہیں تھا اور وہاں پر میں نے جو نقشہ دیکھا اور ایک صوفہ کرسی کے اوپر میں تیسرا تھا، دو مریض میرے ساتھ صوفہ کرسی کے بازوؤں پر بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے میرا چیک اپ کیا اور جب میں نے انہیں بتایا کہ میں کون ہوں تو اس کے بعد انہوں نے تھوڑی دوڑیں لگائیں اور meanwhile اسمبلی کے سٹاف میں سے بھی کچھ لوگ وہاں پہنچ گئے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں پر کس طرح سے غریب مزدور اور عام مریض کراہ رہے ہیں اور وہ کوریڈورز کے اندر نیچے زمین کے اوپر لیٹے ہوئے ہیں جنہیں وہیں پر drips لگی ہوئی ہیں اور وہیں ان کے سارے ٹیسٹ ہو رہے ہیں۔ یہ میٹرو بسوں کا جو بھوت ہے، مانا کہ یہ سر چڑھ کر بول رہا ہے، یہ میٹرو بس لاہور سے چلی اسلام آباد اور اب ملتان پہنچ گئی ہے اور آگے شاید کراچی بھی چلی جائے گی لیکن خدا کے لئے لوگوں کی صحت اور لوگوں کی جان و مال کی طرف بھی توجہ دے دیں۔ تھوڑے سے فنڈز ان ہسپتالوں کو facilitate کرنے کے لئے، یہاں پر instruments کی فراہمی کے لئے دے دیجئے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے یہ عرض کروں کہ وزیر آباد میں کارڈیالوجی کا ہسپتال کئی سال ہوئے بنا جو کہ بند پڑا ہے۔ کیوں بند پڑا ہے؟ پرویزالٰہی نے بنایا تھا۔ اللہ کے بندو! اگر وہ پرویزالٰہی نے بنایا تھا اور وہ بن گیا ہے، ایک اچھا کام ہو گیا ہے تو آپ اس کو چالو کر دیجئے۔ آپ ضد نہ کیجئے کیونکہ پرویزالٰہی کل تھے آج نہیں ہیں۔ آج آپ ہیں اور کل آپ نہیں ہوں گے لیکن آپ چالو کر دیجئے these are historical things یہ تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ یہ آپ کے پہلو میں بلڈنگ بنی کھڑی ہے، سالہا سال ہو گئے ہیں اور کیوں مکمل نہیں ہو پا رہی کہ جی اس دور کے لوگوں نے یہ بنائی تھی اور پرویزالٰہی نے اس کی تختی لگائی تھی؟ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہاں پر مشینری پڑی ہوئی تھی اور ایک سال پہلے ہم نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھی ہے کہ بارش کے اندر ائر کنڈیشنڈ نگ پلانٹ اور باقی یہاں پر کافی زیادہ آلات اور

مشینری تھی، ہم نے ایک دفعہ point out کیا تو راتوں رات وہ یہاں سے remove کر دی گئی کہ اس پر ایم پی ایز کی نظر نہ پڑے۔

جناب سپیکر! اس طرح کی چیزوں سے بالکل یہ چھوٹے دل کا اظہار ہوتا ہے۔ پنجاب جیسے صوبے کے چیف ایگزیکٹو کا بڑا دل ہونا چاہئے اور اس کا دل چڑی جتنا نہیں ہونا چاہئے کہ یہ پرویز الٰہی نے بنائی ہے تو اس کو مکمل نہیں کریں گے، یہ ہسپتال ان کے دور میں شروع ہوا تھا تو یہاں پر ہم اسے functional اور operational نہیں ہونے دیں گے۔ یہاں میو ہسپتال میں ایک سرجیکل یونٹ بنے آج کئی سال ہو گئے ہیں جو کہ ابھی تک چالو نہیں ہوا، کیوں؟ یہ لمحہ فکریہ ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک بات جو میں اب کرنے جا رہا ہوں کہ پچھلے سال ڈویلپمنٹ کے لئے حکومت نے اربوں روپے کا اعلان کیا اور اپوزیشن کے منتخب لوگوں کے ساتھ انتہائی توہین آمیز سلوک کیا گیا۔ رانا ثناء اللہ صاحب! میں آپ کی توجہ کا بھی متمنی ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! وہ سن رہے ہیں اور آپ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! رانا صاحب! میں آپ سے بھی گزارش کرنے لگا ہوں چونکہ آپ اس پورے عمل میں ہمارے ساتھ in touch تھے کہ پچھلے سال آپ نے کہا کہ ہم اپوزیشن سے مساوی سلوک کریں گے۔ پورا سال گزر گیا، اپوزیشن کے ممبران کو دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا، انتہائی توہین آمیز سلوک کیا گیا، ڈی سی اوز کی طرف سے، ٹی ایم اوز کی طرف سے اور کسی طرف سے بھی کوئی ریلیف، عوام کے مسائل کے حوالے سے بات کر رہا ہوں، ڈویلپمنٹ کے حوالے سے بات کر رہا ہوں کہ نہیں ملی۔ سندھ کے اندر پیپلز پارٹی کی حکومت، یہ قاضی احمد سعید اور سردار شہاب الدین خان صاحب یہاں بیٹھے ہیں، وہ across the board کہ کوئی پیپلز پارٹی کا ہے یا (ن) لیگ کا ہے یا کسی اور جماعت کا ہے سب کو، سب نے کہا کہ جب تک بلدیاتی ادارے وجود میں نہیں آتے۔ ہم جو سلوک اپنے ایم پی ایز، ایم این ایز سے کر رہے ہیں وہ دوسری پارٹیوں سے بھی کریں گے۔ خیبر پختونخوا کے اندر پی ٹی آئی کی حکومت نے قطع نظر اس کے کہ کسی ممبر کا تعلق جے یو آئی (ف) سے ہے، مسلم لیگ (ن) سے ہے یا اے این پی سے ہے سب کو across the board ترقیاتی فنڈز دیئے گئے۔

جناب سپیکر! یہ قابل شرم بات ہے کہ آپ یہاں اربوں کھربوں کی بات کرتے ہیں، اعلان کرتے ہیں، یہاں پر اس ایوان میں 35، 40 ایم پی ایز مختلف اپوزیشن پارٹیوں کے ہیں آپ اُن کے حقوق پر ڈاکا ڈالتے ہیں، آپ اُن سے جو ہارے ہوئے لوگ ہیں جن کو mandate نہیں ملا آپ اُس علاقے کے

لوگوں کی توہین کرتے ہیں۔ جب آپ اُن کے mandate کو نہیں مانتے اور شکست خوردہ لوگوں کو آپ وہاں پر فنڈز دے کر بار بار بھیجتے ہیں کہ جاؤ وہاں پر سٹرکیں بناؤ، جاؤ ٹیوب ویل لگاؤ، جاؤ نالیاں بناؤ اور جاؤ گٹر بناؤ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ enough is enough۔ اب یہ سلسلہ اور ڈرامہ ختم ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! میری وزیر خزانہ سے یہ استدعا ہے کہ جب آپ ایک اچھا ماحول چاہتی ہیں، جب آپ اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلنے کی بات کرتی ہیں، جب آپ کہتی ہیں کہ دیگر پولیٹیکل پارٹی کے معزز ممبران کے mandate کو ہم احترام سے دیکھتے ہیں تو آپ کے عمل سے بھی یہ بات ثابت ہونی چاہئے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ اُن کو دیوار سے لگا دیں، آپ اُن کے ترقیاتی کام روک دیں، آپ اُن کو کسی قسم کا ترقیاتی فنڈز نہ دیں تو باتیں بہت ہیں کرنے والی لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح سے پنجاب کے حکمران باتیں کرتے ہیں good governance کی، جب تک وسائل کی منصفانہ تقسیم نہیں ہوتی کرپشن کا خاتمہ نہیں ہوتا، فیصلے میرٹ پر نہیں ہوتے، لوگوں کی جان و مال کا تحفظ اوّلین ترجیح نہیں ہوتی، صحت اور تعلیم کی سہولتیں ہر شہری کے لئے یکساں نہیں ہوتیں، سادگی اور کفایت شعاری کو نہیں اپنایا جاتا اور اس سے بھی آگے بڑھ کر جب تک ادارے مضبوط نہیں ہوتے، systems نہیں بنائے جاتے۔ میاں محمد شہباز شریف بہت محنتی آدمی ہیں اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ وہ شاید اٹھارہ گھنٹے کام کرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ کرتے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر یہ بتائیں ایک اتنا محنتی آدمی باوجود اپنی تمام تر جدوجہد اور کوشش کے اپنی صلاحیتوں کو بدرجہ اتم استعمال کرنے کے باوجود صوبے میں بہتری کیوں نہیں لا سکا؟ good governance کہیں نظر نہیں آرہی، تھانہ کلچر بدلتا ہوا نظر نہیں آرہا، عوام کو انصاف ملتا نظر نہیں آرہا، عوام کے حقوق پامال ہو رہے ہیں، کیوں؟ اُس کی صرف ایک وجہ ہے کہ جب تک ہم systems پر believe نہیں کرتے، ہم systems نہیں بناتے، ہم سسٹم کو بنانے کے بعد اُس کو چلنے نہیں دیتے، ہم اداروں کو مضبوط نہیں بناتے، ہم اداروں کو کام کرنے دیں۔ خدا کے لئے اگر اگلے تین سال آپ کے پاس ہیں ادارے بنائیں، اداروں کو کام کرنے دیں۔ چیزوں کو decentralize کریں، اختیارات کے ارتکاز کو ختم کریں، اپنے ان بھائیوں پر اعتماد کریں جو حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہیں ان میں بہت سے پڑھے لکھے ہیں جو کام کرنا چاہتے ہیں یہ چپ کر کے آتے ہیں اور آکر چلے جاتے ہیں، یہ مجبور ہیں زبان بندی ہے، بات بھی نہیں کر سکتے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ان دوستوں کو بھی بات کرنا ہو گی کہ across the board یہ حکومتی بنچوں کا ممبر ہو یا اپوزیشن بنچوں کا ہم نے جو بات کرنی ہے حقوق کی، انصاف کی، لوگوں کی بہتری کی بات کریں گے اور یہ نہ دیکھیں

کہ کون بات کر رہا ہے بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا بات کر رہا ہے۔اب وقت آگیا ہے کہ آپ اپنے اختیارات کی مرکزیت کو ختم کریں، چیزوں کو decentralize کریں،اداروں کو کام کرنے کا موقع دیں، سسٹم کو بنائیں آپ اگر تین سال دے دیں،آپ کہتے ہیں لاء اینڈ آرڈر ٹھیک نہیں ہو رہا کیوں ٹھیک نہیں ہو رہا؟اس لئے ٹھیک نہیں ہو رہا کہ آپ پولیس کو کام کب کرنے دے رہے ہیں؟آپ کہیں گے کہ ہم تو کچھ نہیں کرتے ہم تو ایس پیز نہیں لگا رہے ہم تو کسی ایس ایچ او کو نہیں لگا رہے۔

جناب سپیکر!ایک آئی جی کی ذمہ داری ہے صوبہ کے امن عامہ کی صورتحال کو بہتر بنانا لیکن اگر ہر ضلع کے ڈی پی او اور ہر ڈویژن کے آر پی او کا جب چیف منسٹر اپنے دفتر میں بلا کر انٹرویو کرے گا اور وہ اُن کی posting کرے گا اور آئی جی صاحب وہ چار اُونچی اُونچی دیواروں کے اندر وہاں بیٹھے ہوں گے تو پھر تو صوبے کا لاء اینڈ آرڈر ایسا ہی ہو گا اور اس کا وزیر اعلیٰ جوابدہ ہو گا کیوں کہ posting وہ کر رہے ہیں،appointment وہ کر رہے ہیں،transfer وہ کر رہے ہیں۔آئی جی صاحب نہیں کر رہے،چیف سیکرٹری نہیں کر رہا،یہی میں کہتا ہوں کہ یہ جس کا آئینی اختیار ہے اُس کو دو،آپ کا کام یہ نہیں ہے،آپ کا کام ایک supervisory role کا ہے۔

(اذان عصر)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں صاحب!

قائدِ حزبِ اختلاف(میاں محمود الرشید):جناب سپیکر!میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آئین کے اعتبار سے جس کی جو ذمہ داری ہے وزیر اعلیٰ overall پورے صوبے کے ذمہ دار ہیں۔ہاں!آئی جی صاحب کو آپ ایک ٹاسک دیتے ہیں کہ صوبہ کے امن عامہ کے تم ذمہ دار ہو اُس کے بعد یہ ڈی پی اوز کی،آر پی اوز کی، ایس پیز کی posting, transfer یہ وزیر اعلیٰ کا کام نہیں ہونا چاہئے،وزیر اعلیٰ کے پاس اُس سے بڑے ضروری کام ہیں سوچنے کے اور کرنے کے آج ہمارے صوبے کو بہت سے چیلنجز در پیش ہیں اس لئے صحیح سمت میں آئندہ کی پلاننگ کرنے والا جو دماغ ہے،اس میں ہم بھی سارے شامل ہیں،یہ ہاؤس بھی شامل ہے کہ ہم اس طرف نہیں آتے کہ ہم آج کہاں کھڑے ہیں،دس سال بعد کیا ہونے والا ہے اور بیس سال بعد کیا ہونے والا ہے؟ پنجاب میں پانی کے اعتبار سے بد ترین crisis آنے والا ہے،ہمیں پینے کا پانی اور زرعی ضروریات کے پانی کی فکر ہونی چاہئے۔جب یہ crisis سر پر آ جائیں گے تو پھر ہم بھاگیں گے۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آپ آئی جی اور چیف سیکرٹری کو کھلا چھوڑ دیں اور انہیں کہیں کہ مجھے رزلٹ چاہئیں۔میں کسی پوسٹنگ ٹرانسفر میں نہیں آؤں گا،نہ تمہیں کہوں گا کہ اِس کو لگا دو،نہ کہوں گا کہ اُس

کو لگا دو۔ آپ یہ کر کے دیکھ لیں میں یقین سے کہتا ہوں کہ ایک سال کے اندر اندر آپ کو بہت واضح بہتری نظر آنا شروع ہو جائے گی۔Constitutional posts پر متعین افراد یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو کٹھ پتلی ہیں، ہم تو شو پیس ہیں اور ہمارے پلے تو ہے کچھ نہیں۔ وزیر اعلیٰ ہاؤس سے ڈپٹی سیکرٹری یا ایس او کی ایک ٹیلیفون کال آ جاتی ہے تو وہ آئی جی سارا دن سوچتا رہتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ یہ سلسلہ اب ختم ہونا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ سسٹم میں maturity کی ضرورت ہے کہ ہم اتنے mature ہو جائیں کہ ہر بندہ اپنا اپنا کام کرے۔ اپوزیشن بنچوں اور حکومتی بنچوں کے لئے نہیں بلکہ سارے لوگ سوچیں اور کام کریں۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہم اداروں پر believe کریں گے، سسٹم میں بہتری لانے کی کوشش کریں گے اور میں توقع رکھتا ہوں کہ جو نئی وزیر خزانہ ہیں وہ ماہر معاشیات بھی ہیں وہ میری بہت سی باتوں سے agree کریں گی۔ ہم مل جل کر پنجاب کے اندر بہتری لانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں پر دو چیزیں عرض کروں گا۔ حکومت نے جو چھوٹے چھوٹے ٹیکس لگائے ہیں ایک تو انتہائی مضحکہ خیز سا ٹیکس ہے جو air travelling پر لگا دیا۔ یہ ٹیکس دنیا میں کہیں نہیں ہے، کسی صوبے میں نہیں ہے اور آپ عجیب بات کر رہے ہیں۔ یعنی وہ یہاں سے ٹکٹ لے گا تو آپ پندرہ سو سے دس ہزار روپے تک اس پر ٹیکس بھی دیں گے، یہ پنجاب حکومت نے لگا دیا۔ اس سے کیا ہوگا؟ ہوگا یہ کہ تمام ٹکٹیں اسلام آباد سے بننی شروع ہو جائیں گی یا کراچی اور پشاور سے بننی شروع ہو جائیں گی۔ وہاں سے ٹکٹ بنے گی آپ کو اسی وقت ای میل ہو جائے گی۔ وہ ٹکٹ کیا ہوتی ہے؟ آپ جا کر اس کا ریفرنس دیں گے آپ کو بورڈنگ کارڈ مل جائے گا اور آپ جہاز میں بیٹھ جائیں گے۔ آپ کوئی اس طرح کا کام نہ کریں جو مضحکہ خیز ہو اور جس کی کوئی توجیح نہ کر سکے لوگ تو پہلے ہی پسے ہوئے ہیں۔ اس پر آپ یہ ٹیکس لگا کر لوگوں کو کیا بتانا چاہتے ہیں لوگوں کو اس ٹیکس کی بالکل بھی سمجھ نہیں آئی؟ دوسرا ٹیکس یہ لگایا کہ دس لاکھ تک کی جو پراپرٹی ہے اس کی ٹرانسفر اور لین دین پر پہلے ہی استثنیٰ تھا اب آپ نے وہ دس لاکھ کی چھوٹ بھی ختم کر دی ہے۔ اللہ کے بندوں دو مرلے کا کوئی پلاٹ بیچنا ہو تو وہ بھی دس لاکھ روپے سے کم کا نہیں ہے تو یہ ایک غریب آدمی کے لئے جو چھوٹی سی ایک سہولت تھی کہ اس کے چند ہزار بچ جاتے تھے اور اس کے لئے وہ بہت بڑی رقم ہوتی تھی آپ اس سے کتنا ٹیکس اکٹھا کر لیں گے۔ دس لاکھ تک کی چھوٹ تھی اب آپ نے وہ بھی ختم کر دی ہے۔ آپ ایک عام آدمی اور غریب آدمی

کے گرد اتنا گھیرا تنگ کر رہے ہیں کہ اس کی گردن تک دبوچی جا رہی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اب تو اتنی گھٹن ہو گئی ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر بھی یہ حکومت ٹیکس لگانے جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! میری خواہش ہے، میری دعا ہے کہ ہم سب مل جل کر، تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ constructive اور اچھی بات کریں۔ وہ میں کہوں یا کوئی اور کہے اس پر ضرور سوچنا چاہئے۔ ہمیں ان بندھنوں سے آزاد ہو کر پنجاب کے دس کروڑ عوام کی بہتری کے لئے آئندہ کوشش کرنی چاہئے۔ بقول شاعر:

جبر کا موسم کب بدلے گا
ہم بدلیں گے تب بدلے گا
عمر بھر یہ خواہش رہی
وہ اب بدلے گا، وہ اب بدلے گا
محکوموں کو ملے گی شاہی اک دن
سب کا سب بدلے گا، سب کا سب بدلے گا

بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ ملک وارث کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ہوتا یہ ہے کہ کوئی کنبہ لے لیں اس کنبہ میں بھی ایک بجٹ ہوتا ہے۔ ہر کنبے کا جو سربراہ ہوتا ہے وہ بھی اپنی آمدنی اور وسائل کے حساب سے بجٹ بناتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کو میں نے کیسے خرچ کرنا ہے لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اس کنبے کے سربراہ سے اس کے اپنے بچے بھی راضی نہیں ہوتے۔ یہ ایک human psychology ہے کیونکہ وہ اس کے ساتھ راضی ہو نہیں سکتے۔ اسی طرح یہ جو ہمارا بجٹ آیا ہے اس میں ظاہر ہے قائد حزب اختلاف نے اپنے حساب سے بات کی، جس طرح انہیں سوچنا چاہئے انہوں نے سوچا اور انہوں نے ماشاء اللہ سیر حاصل بات کرنے میں کوئی تین چار گھنٹے تو میرے خیال میں لگا دیئے ہیں۔ میں اس میں کوئی چیدہ چیدہ چیزیں آپ کے توسط سے قائد حزب اختلاف کو بھی گوش گزار کروں گا اور اس ہاؤس کو بھی گوش گزار کروں گا۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہر وقت سارا کچھ ٹھیک ہو گیا ہے چونکہ کام کرنے کی گنجائش تو ہر وقت باقی رہتی ہے لیکن مجھے آج ایک بات کی خوشی ہے کہ آج قائد حزب اختلاف جو کہ لاہور کے ہی رہنے والے ہیں ان کے منہ سے جب یہ سنا کہ میاں محمد شہباز شریف دن رات محنت

کر رہے ہیں، مزدوروں کی طرح محنت کر رہے ہیں، شب و روز محنت کر رہے ہیں لیکن ان کی محنت کا صلہ وہ کہتے ہیں کہ میرے حساب سے نہیں آیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں خوش ہوں کہ قائد حزب اختلاف اس بات پر پکے ہوئے ہیں اور آج انہوں نے یہ بات تسلیم کر لی کہ میاں محمد شہباز شریف کام کرتے ہیں اور اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتے ہیں۔ اب جو کام کے رزلٹ آ رہے ہیں اس پر اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ میاں صاحب کو وہ کام نظر نہیں آتے۔ میں کوشش کروں گا کہ میاں صاحب اور پورے ایوان کو حقائق بتاؤں۔ میں سچی بات بتاؤں کہ میں نے یہ باری request کر کے لی ہے ویسے میں اس تقریر کے لئے تیار بھی نہیں تھا کیونکہ میں ابھی سید ھا ہائی کورٹ سے آ رہا ہوں۔ ہماری ایک psychology بن گئی ہے کہ یا تو اس end پر چلے جاتے ہیں کہ جہاں پر خوشامد کرنی ہوتی ہے تو پھر ساری خامیاں بھول جاتے ہیں اور خوشامد میں لگ کر اتنی خوشامد کرتے ہیں کہ اپنی شخصیت بھی مجروح ہو جاتی ہے۔ دشمنی میں اتنے آگے چلے جاتے ہیں کہ سارے حقائق کو مسخ کرتے چلے جاتے ہیں۔ بس صرف ایک ٹارگٹ ہوتا ہے کہ میں نے مخالفت کرنی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں حدیں غلط ہیں ہمیں balance رہنا چاہئے۔ جو چیز تعریف کے قابل ہے اس کی ہمیں تعریف کرنی چاہئے اور جو تعریف کے قابل نہیں ہے تو مجھے ادھر کھڑا ہو کر بھی کہنا چاہئے کہ یہاں آپ اپنے آپ کو درست کریں۔

جناب سپیکر! میں یہ بتائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں نے اِدھر ہی اسی سیٹ پر کھڑے ہو کر اسی pre budget session میں یہ کہا تھا اور مجھے بعد میں دوستوں نے کہا تھا کہ یہ آپ نے کیا کہہ دیا ہے آپ سے کچھ احباب اقتدار ناراض ہو جائیں گے لیکن مجھے پتا تھا کہ میں سچ بات کر رہا ہوں۔ Perfection اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے علاوہ کوئی perfect نہیں ہے۔ جب میں نے یہاں کھڑے ہو کر یہ عرض کی تھی تو اس وقت ادھر مجتبٰی شجاع الرحمٰن بیٹھے تھے میں نے کہا تھا کہ جتنا پیسا اربن پر لگ رہا ہے اس کو balance کریں اور ہمارے دیہات پر بھی پیسا لگایا جائے۔ پہلے تو میٹرو پر تنقید کرتے تھے اب چونکہ میٹرو اتنی کامیابی سے چل پڑی ہے شیخ رشید جیسا بندہ کہتا تھا کہ یہ قبر کھودی جا رہی ہے اب وہ قبر آج ان کو میٹرو راولپنڈی میں اپنی نظر آ رہی ہے۔ لاہور والے اب گم ہو چکے ہیں اب کوئی میٹرو پر تنقید نہیں کرتا جب دو لاکھ افراد سفر کرتے ہیں۔ ایک غریب آدمی کو air-conditioner مل گیا ہے اور وہ غریب آدمی اپنی موٹر سائیکل، گاڑی کھڑی کر کے سارا دن یہاں air-conditioned بس میں بیٹھ کر آتا ہے اور کام کر کے واپس چلا جاتا ہے۔ اب میاں محمود الرشید صاحب میٹرو بس پر تنقید نہیں

کر سکتے جب غریب بیس روپے کرایہ میں آ تا جاتا ہے۔اب راولپنڈی میں بھی کوئی تنقید نہیں کر سکتا، اب انشاء اللہ ملتان میں بھی کوئی تنقید نہیں کرے گا کیونکہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ راولپنڈی،اسلام آباد اور لاہور میں کیسے میٹرو چلیں۔

جناب سپیکر!یہ چیزیں نظر آنی چاہئیں۔جس طرح کسی زمانے میں موٹروے پر تنقید ہوتی تھی اور آج ساری دنیا اس کی تائید کرتی ہے۔میاں صاحب!ابھی خدارا اتنی تو تعریف کر دیں کہ اسی پاکستان میں یہ 46۔ارب ڈالر کے منصوبے آپ کے دھرنے کی وجہ سے لیٹ ہوئے۔آج سے ایک سال پہلے economic corridor پر ہمارا کام شروع ہو گیا تھا لیکن آپ کے دھرنے کی وجہ سے،آپ کے شُغل کی وجہ سے اور آپ کے میلے کی وجہ سے جو آپ نے اسلام آباد میں لگایا،کیا اب بھی آپ کو کوئی کراہت نہیں ہے،آپ نے اپنے زعماء سے کبھی نہیں کہا کہ آپ نے 126 دن قوم کے برباد کر دیئے؟ کتنی لاشیں،آج اگر لاشیں یاد آ رہی ہیں کہ اتنی لاشیں لاہور میں گریں،اتنی لاشیں فلاں جگہ پر گریں تو ان کو آج وہ لاشیں یاد نہیں آتیں جو لاشیں ان کی وجہ سے گریں،ان کی planning اور سازشوں کی وجہ سے گریں اور جن چودہ لاشوں کی میاں صاحب بات کر رہے تھے ان لاشوں کی planning انگلینڈ میں بنا کر ان کے لیڈران آئے تھے اور انہوں نے plan کر کے یہ سارا کچھ کیا۔یہ پاکستان کی عوام کو کیا سمجھتے ہیں؟ پاکستان کی عوام بہت سمجھ دار ہے کہ کیا یکایک ساری پارٹیاں اکٹھی ہو گئیں اور طاہر القادری صاحب on board ہو گئے۔آپ ایک سال تک پر سکون طریقے سے الیکشن کو مانتے رہے۔آپ یکدم اکٹھے ہو گئے،پھر اکٹھے ہو کر وہاں گئے اور انگلی کا انتظار کرتے رہے ہیں۔وہ انگلی اٹھنی تھی اور نہ ہی اٹھی۔اب ہمیں reality پر آنا پڑے گا۔اب کبھی ہسپتال پر دو بھڑ کے لے لئے اور کبھی کچھ کہا۔اب اس قسم کی تقریریں اس کام کو کبھی متاثر نہیں کر سکتی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں نے اسی ایوان میں یہاں پر کھڑے ہو کر یہ عرض کی تھی کہ ہمارے علاقے کو bridge دیں،میں یہ کریڈٹ لیتا ہوں،یہ کریڈٹ تو میاں محمد شہباز شریف کا ہے لیکن میں بھی کریڈٹ لیتا ہوں کیونکہ میں نے request کی کہ دیہاتوں میں سڑکوں کا یہ حال ہے،آپ میری پری بجٹ تقریر نکال لیں۔اب میاں محمد شہباز شریف نے PR پروگرام شروع کر دیا ہے تو اس پر بھی تنقید،میں نے یہاں پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ دریا جہلم پر پل نہ ہونے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے تو ہمیں Bridge دے دیں تو وہ ہماری bridge جاری ہو گئی۔میں صرف عرض یہ کرتا ہوں کہ 5۔ارب روپے گرین ٹریکٹر سکیم پر زمیندار اور کاشتکاروں کے لئے سبسڈی دی جا رہی ہے،ایک ارب روپے سبسڈی

اوزاروں پر مل رہی ہے تو یہ بھی کاشتکار کے لئے ہے۔ اسی طرح گرین ٹیکسی آ رہی ہے، یہ پورے کا پورا ہمارا بیلنس بجٹ ہے اور اس میں زراعت کے لئے بھی بہت پیسے رکھے گئے ہیں۔ اریگیشن کے بڑے بڑے projects شروع کئے جا رہے ہیں تاکہ ہماری اریگیشن develop ہو سکے۔

جناب سپیکر! ہمارے صوبے اور ملک کا سب سے بڑا مسئلہ لوڈشیڈنگ کا ہے۔ آپ دیکھیں کہ پچھلے تیرہ سے چودہ سال میں یعنی 2001 کے بعد سے ایک میگاواٹ بجلی پیدا کی گئی اور نہ ہی کسی نے ایک میگاواٹ کا منصوبہ شروع کیا تھا۔ میں آج میاں صاحب سے استدعا کروں گا کہ کھڑے ہو کر یہ تو کہہ دیں ناں کہ کم از کم کسی نے کوشش تو کی ہے۔ کہیں قائداعظم سولر پارک 1000 میگاواٹ پر کام جاری ہے، کہیں ساہیوال میں بجلی کے منصوبہ پر کام جاری ہے، ہائیڈل پاور پر کام ہونا چاہئے اور میں بھی کہتا ہوں کہ اس پر کام ہونا چاہئے۔ ہماری زندگی کے لئے بجلی بہت ضروری ہے تو پنڈدادن خان میں بھی بجلی کے منصوبے پر کام جاری ہے اور نندی پور میں پراجیکٹ شروع ہو چکا ہے۔ آپ یہ تو دیکھیں کہ ان سالوں میں صبح سے لے کر شام تک کیا کیا کام نہیں ہو رہا؟ جب ہمارے علاقوں میں سیلاب آیا تو اس وقت ہم پانی میں ڈوب رہے تھے اور عین اسی وقت اسلام آباد میں enjoy ہو رہا تھا، ان کے صاحب وہاں سے انگلینڈ جا پہنچے، اس وقت یہاں پر پانی پانی تھا اگر اس وقت ہمارے ساتھ تھے تو وہ میاں محمد شہباز شریف تھے ادھر میرے دوست گواہ بیٹھے ہیں۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ ادھر فیلڈ میں میاں محمد شہباز شریف ہمارے ساتھ تھے۔ اس گرمی میں، اس دھوپ میں اور ساتھ نیچے گرم پانی میں صرف وہ ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ یہاں پر کھڑے ہو کر تقریر کرنا آسان ہے، اگر تنقید کرنی ہو تو اس سیٹ پر کھڑے ہو کر میں بھی بہت تنقید کر سکتا ہوں لیکن میں صرف اپوزیشن کے دوستوں کو عرض کروں گا کہ جو چیزیں اچھی ہیں ان کو مانیں اور تسلیم کریں اور جو کام ہونے والے ہیں ان پر اپنی proposals دیں۔ اب میں آخری proposal دوں گا اور میں نئی وزیر خزانہ سے توقع کروں گا کہ جو جو میں نے یہاں سے مانگا ہے وہ پورا ہوا ہے لیکن میں نے کئی دفعہ قرارداد بھی پاس کروائی کہ ہمارے پورے چار پانچ اضلاع میں اگر کسی بندے کو ہارٹ اٹیک ہوتا ہے تو یہاں پر پہنچنے سے پہلے وہ پنڈی بھٹیاں کے قریب اللہ میاں کو پیارا ہو جاتا ہے تو میری استدعا ہے کہ ہمارے علاقے کے لئے سرگودھا یا خوشاب میں ایک کارڈیالوجی سنٹر منظور کریں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جی، رانا محمد ارشد صاحب!

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قاضی صاحب! اس کے بعد آپ کی باری ہے۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! ہماری ٹرن ہے ایک اپوزیشن اور ایک حکومتی بنچوں کی طرف سے آئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قاضی صاحب! اپوزیشن کی طرف سے آپ ہی اس وقت بچے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ دو چار مقرر بات کر لیں پھر میں آپ کو موقع دوں گا۔ جی، رانا صاحب! آپ کچھ ٹائم کا خیال کریں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ یہ کہنا بڑا آسان ہے لیکن آج الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور سردار دو جہان حضرت محمد کے صدقے آج اس ملک میں عوام کے mandate سے میاں محمد نواز شریف پہلے شخص ہیں جو پاکستان کے تیسری مرتبہ پرائم منسٹر بنے ہیں۔ ان کی زندگی اور ان کا تجربہ، تجربے کے بغیر سب کچھ ادھورا ہوتا ہے۔ تجربہ انسان کو بہت کچھ سکھاتا ہے جس کی تاریخ گواہ ہے کہ آج پنجاب کے اندر ہم نے تیسرا بجٹ 16-2015 پیش کیا ہے میاں محمد نواز شریف نے قومی الیکشن کے موقع پر جو عوام سے وعدے کئے تھے ان کے وژن پر عملدرآمد کرتے ہوئے خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے عوام کی نبض کو سمجھتے ہوئے ان مسائل کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے جو وعدے کئے تھے آج الحمد للہ ان پر 100 فیصد عملدرآمد کر رہے ہیں جس کا عملی طور پر یہ ثبوت ہے کہ آج پاکستان ہو، پنجاب ہو، ہمارا محلہ ہو، شہر ہو یا گاؤں ہو اس میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو تعلیم دینا وقت کی گورنمنٹ کا فرض اور ذمہ داری ہوتی ہے تو الحمد للہ ہم نے 15-2014 کے بجٹ میں ایجوکیشن کے لئے 273۔ارب روپے رکھے تھے اور اس کامیابی کے تسلسل کو آگے لے جاتے ہوئے ہم نے اس بجٹ میں اضافہ کیا اور اس کے لئے 310۔ارب روپے بجٹ رکھا ہے تاکہ آج رحیم یار خان سے لے کر اٹک تک، ڈی جی خان سے لے کر بھکر تک پنجاب کے اندر جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو سکول ایجوکیشن میں ایڈمیشن دینا اور اس کو مستفید کرنا، پہلی کلاس سے لے کر میٹرک تک فری کتابیں فراہم کرنے کے اس challenge کو میاں محمد شہباز شریف کی قیادت اور مسلم لیگ (ن) کی گورنمنٹ میں تمام ایم پی ایز نے قبول کیا۔ 16 لاکھ بچے جو فیسیں afford نہیں کر سکتے تھے آج اسی وژن کے مطابق ہم نے ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ذریعے ساڑھے پندرہ ارب روپے سے ان کو ماہانہ بنیادوں پر فیسیوں کی مد میں سکالرشپ دیا جا رہا ہے اور وہ بچے اعلیٰ تعلیم سے مستفید ہو رہے ہیں تین سالہ دور میں الحمد للہ ایک

لاکھ چھبیس ہزار ایجوکیٹرز کو میرٹ اور تعلیمی قابلیت کی بنیاد پر بھرتی کیا گیا۔اس ماہ بھی اکتیس ہزار ایجوکیٹرز کی بھرتی ہوئی ہے کیونکہ پاکستان سب کا ہے الحمد للہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ اور مادر ملت کے وژن کے مطابق میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں ہم کام کر رہے ہیں۔ یہ ملک ہر فرد کا ہے، ہر شہری کو اس کا حق دیا گیا ہے اور یہ recruitment جو ہم نے کی ہے میرٹ کی بنیاد پر کی ہے۔ایم پی اے، ایم این اے یا وزیر اعلیٰ کی ایک بھی سیٹ نہیں تھی، ان کو اس لئے میرٹ پر بھرتی کیا گیا تاکہ آج ایک استاد جس کی بھرتی میرٹ کی بنیاد پر ہوگی تو وہ اپنے فرائض کو اچھے طریقے سے نبھاتے ہوئے ہمارے بچوں کو اچھے طریقے سے پڑھائیں گے، آج کا بچہ آنے والے پاکستان کا مستقبل ہوگا۔اس کے علاوہ ہم نے ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے عمل کو آگے بڑھاتے ہوئے ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ جو الحمد للہ 09-2008 میں خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے 2۔ارب روپے سے شروع کیا تھا، آج 2۔ارب روپے کا اس میں مزید اضافہ کیا گیا ہے اور اب یہ منصوبہ 15۔ارب روپے تک پہنچ چکا ہے۔اس کے ذریعے سے ایک لاکھ بچے گورنمنٹ اور پرائیویٹ یونیورسٹیوں میں ملک کے اندر، باہر اعلیٰ تعلیم سے مستفید ہو رہے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ دانش سکول جو کہ ایک غریب کا خواب تھا کہ وہ ایچیسن کالج کے level کی تعلیم کاش ان کے بچے بھی حاصل کر سکیں بالخصوص جنوبی پنجاب جہاں پر چودہ سکول بچوں اور بچیوں کے لئے بنائے گئے۔آج دانش سکول میں وہ بچہ پڑھ رہا ہے جس کی ماہانہ آمدنی پانچ ہزار روپے ہے، ان کے تمام اخراجات حکومت پنجاب برداشت کر رہی ہے اور یہ چیلنج سب کے لئے ہے۔اب ان لوگوں کو عبرت کا نشانہ بننا ہوگا جو کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔الحمد للہ ہمیں عوام نے جو مینڈیٹ دیا ہے، ہم تو پنجاب کے اندر قانون کے مطابق قانون کی بالادستی کو قائم کرتے ہوئے ایک عام آدمی کے فرائض کو، ایک عام آدمی کے مسئلے مسائل کو حل کرنے کے لئے خلوص نیت کے ساتھ اپنا فرض اور ڈیوٹی نبھاتے ہیں۔اسی طرح آپ ہیلتھ کے شعبہ کو دیکھ لیں پچھلے سال اگر ہم نے اس مد میں 121۔ارب روپے رکھے تھے تو اس سال ہم نے 166۔ارب روپے رکھے ہیں تاکہ ایک بی ایچ یو سے عام دیہات میں رہنے والا شخص بھی استفادہ کر سکے۔وہاں پر اس کو بنیادی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ہم نے اس سلسلے میں ڈاکٹروں کی recruitment کی اور ہم نے ڈسپنسر بھرتی کئے۔اس کے علاوہ ڈسٹرکٹ level پر گردے کے جو آپریشن ہوتے تھے ان ہسپتالوں کو بھی update کیا گیا ہے تاکہ غریب آدمی جن کے پاس sources نہیں ہیں، وسائل نہیں ہیں وہ بھی گردوں کے علاج سے مستفید ہو سکیں۔ایمرجنسی کے علاج کے لئے ہم نے 10۔ارب روپے ادویات کے لئے رکھے ہیں۔میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ زمیندار

جو ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے الحمد للہ میاں محمد شہباز شریف جو کہتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ پچھلے سال گندم کا ریٹ 1200 روپے من تھا جس کو 100 روپے بڑھا کر 1300 روپے فی من کر دیا گیا ہے، اس کے علاوہ مڈل مین کا role بھی ختم کر دیا ہے۔ پچھلے سال ہم نے 35 لاکھ میٹرک ٹن گندم خریدی تھی اس سال ہم نے اس کو بڑھا کر 40 لاکھ میٹرک ٹن کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ زمیندار کی payment totally بنک کے ذریعے ہوئی اور اسی طرح گنے کو دیکھ لیجئے کہ اس کی قیمت 150 روپے من تھی اب پنجاب کے اندر اسی گنے کی قیمت 186 روپے کی گئی ہے۔ اگر آپ سندھ میں دیکھیں گے تو یہی گنا زمیندار سے 135 اور 150 روپے فی من کے حساب سے خریدا گیا ہے۔ پنجاب کے اندر اس وقت تقریباً 96 فیصد گنے کی payment زمیندار کو مل چکی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ زمیندار کو مزید facilitate کرنے کے لئے بجلی فی یونٹ 10 روپے 35 پیسے میں provide کی جا رہی ہے۔ اب زمیندار کو مزید facilitate کرنے کے لئے Farm to Market Roads جو کہ ایک خواب تھا، زمیندار کہتے تھے کہ یہ تو بڑے شہروں لاہور، ملتان اور راولپنڈی میں بنائے جاتے ہیں۔ اب میاں محمد شہباز شریف نے جو اعلان کیا ہے، جو commitment کی اس کے مطابق 15۔ارب روپے سے پنجاب کی 255 سڑکیں شروع ہوئیں جو کہ اب تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں اور انشاء اللہ یہ سڑکیں اگست تک مکمل ہو جائیں گی۔ اس سال اے ڈی پی میں اس کے لئے مزید 52۔ارب روپے رکھ دیئے گئے ہیں تاکہ زمیندار کو facilitate کیا جا سکے۔ ہم نے زمیندار کو خوشحال کرنا ہے کیونکہ اگر زمیندار خوشحال ہو گا تو انشاء اللہ پاکستان خوشحال ہو گا۔ ہم نے زمیندار کو further facilitate کرنے کے لئے ان کو گرین ٹریکٹرز دیئے جائیں گے جو کہ پچھلے دور میں بھی ہم نے provide کئے تھے۔ اس سال بھی ہم نے زمیندار کو دو لاکھ روپے سبسڈی دینے کا فیصلہ کیا ہے، اس سے پچیس ہزار زمینداروں کو یہ ٹریکٹر بلا تفریق دیئے جائیں گے۔ آج الحمد للہ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ پنجاب جہاں پر آئین کی بالادستی کو قائم رکھتے ہوئے ہم نے پولیس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ نئے تھانے بنانے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! اس کے علاوہ 109۔ارب 35 کروڑ روپے مزید لاء اینڈ آرڈر کے لئے محکمہ قانون کو دیئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ پیسے اس لئے دیئے ہیں تاکہ وہ اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے نبھا سکے۔ کہنا بڑا آسان ہے لیکن خیبر پختونخوا میں کیا ہوتا ہے؟ بنوں اور شادی خیل سے دہشت گردوں کو چھوڑا جاتا ہے وہ دہشت گرد جو پاکستان کے 70 ہزار پاکستانیوں کے قاتل ہیں۔ ہم تو جو کہتے ہیں، کرتے ہیں الحمد للہ ہم تو پاکستان کو خوشحالی کی طرف لے کر جا رہے ہیں 40۔ارب ڈالر کی investment کا پاکستان میں آنا حکومت پاکستان، میاں محمد نواز شریف، میاں محمد شہباز شریف کی ذات اور انیس کروڑ عوام پر اعتماد کا اظہار ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ wind up کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ لندن اور واشنگٹن پلان جو پاکستان کے اندر عدم استحکام پیدا کرنے کی ایک ناپاک سازش تھی۔ انشاءاللہ تعالیٰ میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کی قیادت میں ہم کسی غیر ملکی ایجنڈے کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ مظہر عباس راں صاحب!

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! بڑی مہربانی، الحمد للہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا، ابھی بہت تفصیل سے باتیں ہوئی ہیں۔ جناب قائد حزب اختلاف نے ایک ایسی تصویر پینٹ کر کے دکھانے کی کوشش کی ہے کہ جس میں شاید کوئی بھی چیز positive نہیں ہے، میرے پاس تین چار منٹ کا ٹائم ہے، دو تین چیزوں پر ان کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں اس سے پہلے نوکریاں بیچی جاتی تھیں اور میرٹ کی دھجیاں اڑائی جاتی تھیں۔ آج میں اس Floor پر کھڑے ہو کر یہ بات چیلنج سے کہتا ہوں کہ سپاہی تک کی نوکری NTS کے ذریعے میرٹ پر دی گئی ہے اور اسی طریقے سے محکمہ تعلیم میں مکمل طور پر میرٹ کو نافذ کیا گیا ہے۔ کسی ایم پی اے، ایم این اے یا وزیر کی شفارش پر کوئی سکول ٹیچر نہیں لگ سکا اور اسی طرح باقی تمام محکموں میں وہ چاہے ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ ہو، ہیلتھ کا شعبہ ہو یا اس کے علاوہ حکومت پنجاب کے جتنے بھی محکمہ جات ہیں اس میں بھی میرٹ کو ہی لاگو کیا گیا ہے۔ قائد حزب اختلاف کی اڑھائی تین گھنٹے کی تقریر میں اگر ایک فقرہ یہ بول دیا جاتا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنے اٹھارہ گھنٹوں کی محنت میں یہ بھی ایک positive کام کیا ہے تو شاید ان کی تقریر کچھ balance ہو

جاتی۔آ گے میں اپنے حلقہ کے سلسلہ میں بات کرنا چاہوں گا، میرا حلقہ خوش قسمتی سے یا بد قسمتی سے پورا کا پورا دیہاتی حلقہ ہے۔

جناب سپیکر!میں آپ کے توسط سے یہ گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ جب فنڈز کی تقسیم کی جائے تو خدارا کوئی توازن، کوئی تناسب کوئی میرٹ کسی بھی طریقے سے لاگو کیا جائے کہ دیہات کو اتنا فنڈ ملے گا اور اتنے فیصد زیادہ شہروں کو دیں گے۔ میں نے ایک دوست کے ساتھ بات کی کہ شہروں کو زیادہ فنڈ دیا جا رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ بھائی یہ ملک میں جو شہر ہوتے ہیں وہ اس ملک کا چہرہ ہوتے ہیں اور چہرے پر غازہ، لپسٹک اور یہ چیزیں ہونی چاہئیں تو میں نے کہا کہ جسم کا جو باقی حصہ ہے وہ بھی اسی کا حصہ ہوتا ہے اگر اس پر ایک چیتھڑا بھی نہ ہو تو چہرے کا حسن کہاں جائے گا-جب ہم شہروں سے نکل کر دیہاتوں میں جاتے ہیں تو یہ سارا حسن غارت ہو جاتا ہے۔ ہمارے دیہات گندگی کا ڈھیر بن گئے ہیں، جوہڑ بن گئے ہیں۔ ابھی میں نے خود ایجوکیشن کی تعریف کی ہے، یہاں پر ایجوکیشن کے زعماء بھی بیٹھے ہیں ان کے لئے ایک سوال ہے کہ انہوں نے ایجوکیشن میں میرٹ پر بھرتیاں کی ہیں، کسی ایم پی اے یا ایم این اے کی کوئی بات نہیں سنی گئی اگر کچھ کر بھی لیا ہو گا تو انہوں نے خود کیا ہو گا اس میں ہم پر کوئی blame نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پرائیویٹ سکولوں میں تو بچے پر بچہ ہے اور ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور گورنمنٹ سکولوں کی تعداد دن بدن گھٹتی جاتی ہے-میں اپنے علاقے میں گورنمنٹ ہائی سکول جلیل میں گیا وہاں بچوں کی تعداد سوا دو سو تھی یہ سکول تین چار ایکڑ میں بہت بڑا presentable سکول ہے جس کی بلڈنگ ہے، گراونڈ ہے، چار دیواری ہے سب کچھ موجود ہے وہاں پر تمام facilities ہیں لیکن اس میں تعداد یہ ہے جبکہ اس کے ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے مکانوں میں تین پرائیویٹ سکول چل رہے ہیں اور بچے ڈربوں میں بند ہوئے پڑھ رہے تھے۔ میں سوال کرتا ہوں کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو افسران یا ٹیچرز وہاں پر ہوتے ہیں ان کے تبادلوں پر بھی ایک میرٹ پالیسی لگا دی گئی ہے ان پر کوئی سوال بھی نہیں کیا جا سکتا، ان کے رزلٹ پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ part time ملازمت کرتے ہیں باقی ان کے کام اور ہیں، ان کی کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے تو اس کا یہ رزلٹ ہے کہ گورنمنٹ سکولوں میں بچوں کی تعداد کم ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر!اسی طرح صحت کے حوالے سے عرض کروں گا کہ BHUs اور RHCs کی بلڈنگز ہیں، ڈاکٹرز ہیں لیکن ان میں مریض نہیں جاتا-کیوں نہیں جاتا یہ محکمہ ہیلتھ بتائے؟ اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی دکان میں ڈسپنسر بیٹھا ہوا ہے اس کے پاس مریضوں کی بہت زیادہ تعداد ہے اور

مریضوں کا جمگھٹا لگا ہوا ہے۔ بہر حال یہ چیزیں توجہ طلب ہیں۔ دیہاتوں میں سہولیات نہیں ہیں، دیہاتوں میں سیوریج کی سہولیات نہیں ہیں۔ میں پچھلے دو سال سے مسلسل اور اگر زندگی رہی اور وقت ملا تو تیسرے بجٹ میں بھی شاید یہی بات کر رہا ہوں گا کہ ہمیں سیوریج کی سکیمیں دی جائیں، ہمیں پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے، پینے کا صاف پانی نہ ملنا ہیپاٹائٹس کا بڑا موجب ہے شاید پرانے دنوں میں بھی لوگوں کو یہ بیماری ہوتی تھی لیکن اس وقت شعور نہیں ہوتا تھا۔ اب ہم جس گاؤں میں بھی جاتے ہیں تو ان کا پہلا مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمیں پینے کے لئے صاف پانی دیا جائے۔ شاید میری بات میں repetition ہو جائے کہ کئی علاقوں کے لئے 150۔ ارب روپے کا منصوبہ تین سال کے لئے شروع کیا گیا ہے جو کہ واقعتاً قابل تحسین ہے۔ اپوزیشن کے لئے یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو اچھی بات ہو کم از کم اسے اچھا کہا جائے، جو بات positive ہے اس کی appreciation کی جائے اور جو بات negative ہے اور آپ اسے اچھا کرنا چاہتے ہیں اس کی نشاندہی کریں۔ میں نے پچھلے دنوں pre-budget session میں بھی یہ بات کی تھی کہ ایک اخبار پر ایک چھوٹی سی خبر لگی ہوئی تھی کہ 40۔ ارب روپے کا soft loan ٹیکسٹائل کو دیا جائے گا اور اس کا فائدہ کسان کو پہنچے گا۔ پورے چھ مہینے ہو گئے ہیں مجھے اس mathematics کی سمجھ نہیں آئی کہ ٹیکسٹائل اونرز کو soft loan ملے گا اور اس کا فائدہ کاشتکار کو ہو گا لیکن وہ کیسے ہو گا؟ میں نے پچھلی بجٹ تقریر میں بھی کہا "اناں ونڈے ریوڑیاں تے ول ول دیوے اپنیاں نوں" اس طرح نہ کریں بلکہ آپ کاشتکاروں کو direct فائدہ پہنچائیں، کاشتکار کے لئے کچھ کریں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! ایک منٹ، آپ پر میرا کچھ استحقاق بھی ہے۔ (قہقہے) میں آپ کی وساطت سے ایک بات دوستوں کی نذر کرنا چاہتا ہوں کہ تقریریں تو تمام دوستوں نے کرنی ہیں اور خوش قسمتی سے 70/75 فیصد دوست دیہاتوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں۔ یہاں ممبران کی اکثریت دیہات سے ہے اور ہم نے واپس بھی دیہاتوں میں جانا ہے ہم نے وہاں جا کر پھر ووٹ بھی مانگنا ہے، ان کو منہ بھی دکھانا ہے اور ہم نے اپنے حلف کی پاسداری بھی کرنی ہے اور ہمیں جو چھوٹی موٹی تنخواہ ملتی ہے اس کو حلال بھی کرنا ہے۔ خدارا آپ اپنے دیہاتوں کے لئے بات کریں ایک مظہر کے بات کرنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ اگر آپ 70 فیصد لوگ کھڑے ہو کر بات کریں گے تو تمام دیہاتوں کو ان کے حقوق ملیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! بہت شکریہ

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک مظہر عباس راں:

میرے سرکش ترانوں کی حقیقت ہے تو اتنی ہے
جب میں دیکھتا ہوں بھوک کے مارے کسانوں کو
سسکتی ناز نینوں کو تڑپتے نوجوانوں کو
تو دل تابِ نشاط بزم عشرت لا نہیں سکتا
میں چاہوں بھی تو خواب آور ترانے گا نہیں سکتا

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! بہت شکریہ۔ اگلے مقرر میاں طارق محمود صاحب ہیں۔ قاضی صاحب! میاں صاحب کے بعد آپ کی باری ہے۔ سردار شہاب الدین خان صاحب آج آپ کا نام تو نہیں ہے قاضی صاحب کا نام ہے میں ان کو ٹائم دیتا ہوں۔ جی، میاں طارق محمود صاحب!

میاں طارق محمود: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ 2015-16 کا بجٹ جس کا کل حجم 1447242 بلین روپے کے ساتھ ایک متوازن بجٹ ہے۔ اس بجٹ میں 400 بلین روپے ترقیاتی اخراجات کے لئے رکھے گئے ہیں۔ وہ باتیں جو ہمارے دل میں تھیں تقریباً تقریباً وہ ساری اس بجٹ میں موجود ہیں، ایجوکیشن کو سامنے رکھا گیا، ہیلتھ کو سامنے رکھا گیا، بچوں کے کھیل کے میدان کو سامنے رکھا گیا حتیٰ کہ وہ تمام سہولتیں جو ملنی چاہیئں وہ اس میں ہیں۔ میری صرف یہ گزارش ہے کہ جو نہیں ہیں وہ ہم عوامی نمائندے اپنی اپنی تجاویز میں شامل کرائیں گے۔ جو اچھا کام ہے اسے اپوزیشن کو بھی اچھا کہنا چاہئے اور حکومت کو بھی اچھا کہنا چاہئے، مجھے یہاں بھی اور باہر کے ملکوں میں بھی اسمبلیوں میں جانے کا موقع ملا۔ پی ٹی آئی نے جس انداز میں احتجاج کیا وہ پاکستان کی تاریخ میں ایک انوکھا احتجاج اور طریق کار تھا لیکن جب وہ واپس آئے تو پنجاب اسمبلی میں ہم نے انہیں جس عزت و احترام سے بٹھایا وہ ہمارا ایک اپنا کردار ہے۔ جب صوبہ پنجاب میں ایک خاتون وزیر خزانہ بنی اور اس نے بجٹ تقریر کی تو اس کی تقریر کے دوران حزب اختلاف نے احتجاج کے لئے جو طریق کار اپنایا وہ بھی انوکھا تھا۔ میں صرف یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ ہم کہتے ہیں کہ بہتری کی طرف جا رہے ہیں لیکن ہم کون سی بہتری کی طرف جا رہے ہیں؟ آج قائد حزب

اختلاف نے دو اڑھائی گھنٹے تقریر کی اور انہوں نے ایک بات کو دس دس مرتبہ دہرایا لیکن ہم خاموشی سے سُنتے رہے اور کسی آدمی نے مداخلت نہیں کی۔ جب اس صوبے کی وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر کی تو حزب اختلاف کی طرف سے جس طرح اسے سُنا گیا اس کی مثال بھی پاکستان اور پنجاب کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ ہماری حکومت کو بار بار شرم دلائی گئی لیکن اس کے باوجود ہماری طرف سے ان کی تقریر میں کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔ میں کہوں گا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہی کہیں۔ قائد حزب اختلاف بار بار منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن کے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ 1988 میں میاں محمود الرشید اور میں میاں محمد نواز شریف کے ساتھ تھے اور ان کے ٹکٹ پر ہم الیکشن جیت کر آئے تھے۔ میاں محمود الرشید اور میں ہم دونوں ایم پی اے تھے۔ اُس وقت میاں محمود الرشید کیا کہتے تھے؟ وہ ایل ڈی اے آج تک ہمیں نہیں بُھول رہا۔ آج ہم نے اس ڈویژن میں ایل ڈی اے کا جو قانون بنایا ہے اس میں اپوزیشن کے بھائی بھی شامل تھے۔ یہ قانون اس لئے بنایا گیا ہے کہ ہم اس ڈویژن میں جو سڑکیں بنائیں گے ان کی ایک اپنی alignment ہو گی۔ ہم جس کو اجازت دیں گے کہ وہ اپنی ہاؤسنگ کالونی بنائے گا اور اسے باقاعدہ طور پر ایل ڈی اے کے Rules and Regulations follow کرنے پڑیں گے۔ Rules and Regulations کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ جس جگہ پر کوئی ہاؤسنگ کالونی بنائے گا تو اسے وہاں پر سکول، مسجد اور کھیل کے میدان کے لئے بھی جگہ مخصوص کرنی پڑے گی۔ موٹروے میاں محمد نواز شریف نے بنوائی ہے۔ حزب اختلاف کو یہ دیکھنا اور سوچنا چاہئے کہ پاکستان کی تاریخ میں کس نے کیا کیا ہے؟ پاکستان کی تاریخ میں اگر کسی نے خدمت کی ہے یا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے کسی نے پاکستان کا نام روشن کیا ہے تو ان میں میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف شامل ہیں۔ جب منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن میں فائرنگ کا واقعہ ہوا تو اس وقت مجھے بھی بڑی سخت تکلیف ہوئی۔ یہ وزیر قانون رانا ثناء اللہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہی وزیر اعلیٰ نے اس وقت انکوائری کے لئے ہائی کورٹ کا جج بنایا اور اپنے وزیر اور سیکرٹری سے استعفیٰ لے لیا تھا۔ یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ نے اپنے وزیر اور سیکرٹری سے استعفیٰ لے لیا اور کہا کہ جا کر عدالت میں پیش ہو جاؤ۔ اس سے بڑا انصاف اور کیا ہو سکتا ہے؟ اب اس بات کو بار بار دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے خود بخود یہ سب کچھ کر دیا تو پھر اعتراض کیا ہے؟ آج ہمارے وزیر قانون بے گناہ ہو کر اگر اس ایوان میں آ کر بیٹھ گئے ہیں تو حزب اختلاف کے معزز ممبران کو چاہئے تھا کہ وہ ان کو welcome کہتے اور انہیں خراج تحسین پیش کرتے۔ کیا ہمارا وزیر اعلیٰ اُس وقت سٹیج کے

اُوپر ان کو روتا ہوا نظر نہیں آیا، اس وقت وہ کیا کہہ رہے تھے اور اس کے دل میں کتنی تڑپ تھی یہ ان کو کیوں نظر نہیں آئی؟

جناب سپیکر! آج محکمہ مال کا ریکارڈ کتنی محنت سے computerize کیا جا رہا ہے۔ یہ منصوبہ ہمارے وزیر اعلیٰ نے شروع کیا اور اب محنت کے ساتھ اس کو مکمل کیا جا رہا ہے۔ میرے حلقے میں دو metal roads بن رہی ہیں۔ میں 1988 سے ایم پی اے ہوں لیکن آج تک میں نے ایسی سڑک نہیں دیکھی۔ یہ ایسی metal road تیار کی جا رہی ہے کہ جو لوگ اس سے گزرتے ہیں وہ مسلم لیگ (ن) کے حامی ہو جاتے ہیں اور پھر ہر ایک آدمی مسلم لیگ (ن) کے لئے ووٹ مانگتا ہے۔ یہ کہہ دینا کہ مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے کچھ نہیں کیا ٹھیک نہیں ہے۔ آج میٹرو بس کے اُوپر بیس روپے کا ٹکٹ لے کر کوئی غریب آدمی لاہور کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سفر کر سکتا ہے۔ کوئی مزدور اگر لاہور کے ایک سرے سے چل کر دوسرے سرے پر مزدوری کرنے کے لئے جاتا ہے تو اسے میٹرو بس کی قدر کا علم ہوتا ہے کیونکہ اسے بہت کم کرائے پر اچھا سفر میسر آتا ہے اور وہ شہر کے دوسرے کنارے پر جا کر مزدوری کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر! یہاں سے گھوسٹ سکولوں کا خاتمہ کس نے کیا؟ جب 1997 میں میاں محمد شہباز شریف وزیر اعلیٰ بنے تو اس وقت یہ گھوسٹ سکول ختم کرنے کے لئے تگ و دو کی گئی۔ ہمارے وزیر اعلیٰ نے نقل اور پرچی سسٹم کو ختم کیا ہے۔ میاں محمد شہباز شریف کے پاس تعلیم میں بہتری لانے کے لئے ایک vision ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! wind up کر لیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میری صرف یہ گزارش ہے کہ آج پنجاب کے نقشہ کو دیکھا جائے۔ مجھے یہ کہنے میں عار نہیں کہ پنجاب میں ایسا کوئی سکول نہیں کہ جس میں missing facilities کے حوالے سے کام نہ ہوا ہو۔ اس بجٹ میں جو کمی ہے وہ بھی میں آپ کو بتاؤں گا۔ کمی کیا ہے؟ کمی یہ ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! wind up کریں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میں تین گھنٹے انتظار کرتا رہا ہوں اور اب آپ کہہ رہے ہیں کہ wind up کر لوں۔ مجھے بھی دو منٹ بات کر لینے دیں۔ یہ تو بڑی ناانصافی ہے۔ میرا نام پہلے تھا لیکن اس کو پیچھے کر دیا گیا۔ ہم سب نے اپنے اپنے ضمیر کے مطابق بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میرے لئے آپ قابل احترام ہیں۔آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے آپ wind up کر لیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! آج ہمارے زمیندار کو اس کا حق نہیں مل رہا چنانچہ ہماری حکومت کو اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔آج ہم irrigation کی مد میں پیسا خرچ کر رہے ہیں۔آج چاول کے کارخانے دار پریشان ہیں کیونکہ ہمارا چاول export نہیں ہو رہا۔آج ہمارے ملک اور صوبہ پنجاب کے اندر گندم اور چاول وافر مقدار میں موجود ہیں تو انہیں export کیا جائے۔ہماری صوبائی حکومت کو وفاقی حکومت کے ساتھ مل کر ایسی منصوبہ بندی کرنی چاہئے کہ جس سے ہمارے چاول کے کارخانے دار، کسان اور مزدور خوشحال ہو سکیں۔بہت مہربانی

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔اب قاضی احمد سعید صاحب بات کریں گے۔

قاضی احمد سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جیئے بھٹو

(جواب میں معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے جیئے نواز شریف کہا گیا)

جناب سپیکر! بجٹ 2015-16 لفظوں کے ہیر پھیر کے ساتھ محکمہ پلاننگ اور خزانہ کی لکھی لکھائی اور رٹی رٹائی تقریر وزیر خزانہ صاحبہ نے ایوان میں پڑھ کر سنائی ہے۔وزیر خزانہ صاحبہ کی تقریر کے دوران یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی سیاسی جلسے سے خطاب کر رہی ہیں۔یہ نمائشی، روایتی اور فرمائشی بجٹ ہے کیونکہ یہ ساؤتھ پنجاب کے عوام اور علاقے کی امنگوں کا قاتل بجٹ ہے۔یہ صرف اور صرف اعداد و شمار کی بازی گری اور کھوکھلے نعروں سے لبریز بجٹ ہے۔یہ بجٹ 14 کھرب، 42۔ارب اور 24 کروڑ روپے کا ہے جس میں 10 کروڑ عوام کے لئے سکھ کی کوئی گھڑی نظر نہیں آ رہی ہے۔ساؤتھ پنجاب کے عوام اور علاقے کی ترقی کے لئے اس بجٹ میں کوئی خاطر خواہ منصوبہ نظر نہیں آ رہا۔اس بجٹ میں ساؤتھ پنجاب کے لئے کوئی ایسا منصوبہ نظر نہیں آ رہا جو کہ پایۂ تکمیل تک پہنچے گا۔یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ساؤتھ پنجاب کے لئے 20,35 یا 36 فیصد بجٹ رکھ دیا گیا ہے لیکن سال کے اختتام پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف 12 یا 13 فیصد بجٹ خرچ ہوا ہے۔اس میں ترقیاتی اور غیر ترقیاتی بجٹ شامل ہوتا ہے۔اگر 14 فیصد بجٹ بھی خرچ ہو تو آپ خود اندازہ لگا لیں کہ سات فیصد میں کیا بنتا ہے؟

جناب سپیکر! آپ کو یاد ہو گا کہ خادم اعلیٰ پنجاب نے اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہ میں اپوزیشن کے تمام ممبران کو ساتھ لے کر چلوں گا کیونکہ میں پورے ایوان کا وزیر اعلیٰ ہوں۔بہت دُور کی بات ہے، وقت گزر گیا، دو سال گزر گئے۔آپ تجاویز کو چھوڑیں، یہاں تو اپوزیشن کے ممبران کو دیوار سے

لگایا گیا ہے۔چھوٹی سی اپوزیشن ہے لیکن پھر بھی ممبران حزب اختلاف کو دیوار سے لگایا گیا ہے۔بہت بڑا وزیر اعلیٰ ہے اور بہت بڑا صوبہ پنجاب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ تنگ نظری نہ کریں کیونکہ وہ چھوٹی سی حزب اختلاف کو accommodate نہیں کر سکے۔ ممبران حزب اختلاف کو اُن کی تجاویز پر اُن کے حلقوں میں فنڈز نہیں دیئے گئے بلکہ ہارے ہوئے لوگوں کو ممبران حزب اختلاف کے حلقوں میں فنڈز دیئے جارہے ہیں۔

جناب سپیکر! پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے اپنے دور میں تمام ممبران اسمبلی کو یکساں فنڈز دیئے میں جس کی مثال دیتا ہوں کہ جس وقت مخدوم یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم تھے تو انہوں نے محترم حمزہ شہباز کو مری کی سوئی گیس کے لئے ایک ارب اور 11 کروڑ روپے کی خطیر رقم فراہم کی۔ محترمہ وزیر خزانہ نے جس NFC Award کا ذکر اپنی بجٹ تقریر میں کیا ہے یہ credit بھی پاکستان پیپلز پارٹی کو جاتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے NFC Award کے ذریعے تمام صوبوں کو فنڈز فراہم کئے تھے۔ میں آپ کے توسط سے ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اگر NFC کی بنیاد Provincial Finance Commission, award نہ کیا گیا یعنی اضلاع کو اُن کی آبادی کے تناسب سے حصہ نہ دیا گیا تو ہم سمجھیں گے کہ خادم اعلیٰ اور پنجاب حکومت کو جنوبی پنجاب، سرائیکی وسیب اور سرائیکی علاقہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت پاکستان تحریک انصاف کی حکومت صوبہ خیبر پختونخوا میں ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت صوبہ سندھ میں ہے یہ دونوں حکومتیں برابری کی بنیاد پر تمام ممبران اسمبلی کو فنڈز دے رہی ہیں۔ پنجاب حکومت ہمیں فنڈز نہ دے، صوبائی فنانس کمیشن قائم کر دے تو ہمیں فنڈز کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر حکومت پنجاب نے صوبائی فنانس کمیشن قائم نہ کیا یا جنوبی پنجاب کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن قائم نہ کیا تو ہم یہ آواز اُٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے کہ سابقہ پنجاب اسمبلی نے دو قراردادیں منظور کی تھیں جن میں سے ایک قرارداد منظور کی تھی کہ بہاولپور کو صوبہ بنایا جائے یہ قرارداد سابق گورنر مخدوم سید احمد محمود صاحب نے پیش کی تھی اور میرے خیال میں دوسری قرارداد رانا ثناء اللہ خان نے پیش کی تھی جو اُس وقت وزیر قانون تھے کہ جنوبی پنجاب کو بھی صوبہ بنایا جائے۔ پھر ہم یہ آواز اُٹھائیں گے کہ ہمارے حقوق پامال کئے جارہے ہیں، ہمارے بچوں کو تعلیم میسر نہیں اس لئے ہمیں صوبہ چاہئے۔ ہم تختِ لاہور کے دشمن نہیں ہیں۔ میں یہ بھی افسوس سے کہوں گا کہ قائد حزب

اختلاف نے دو گھنٹے تقریر کی ہے اور وہ بھی لاہور کے ہیں تو وہ بھی تخت لاہور کا حصہ ہیں، کاش! وہ جنوبی پنجاب کی بات کر دیتے۔ کاش! وہ سرائیکی علاقے کی بات کر دیتے۔

جناب سپیکر! زراعت پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور آپ کا تعلق بھی ایک زراعت پیشہ گھرانے سے ہے۔ خدا کی قسم میں حقائق پر بات کروں گا اور میں کوئی سیاسی تنقید نہیں کرتا۔ جیسے ذکر ہوا ہے ٹھیک ہے میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی صلاحیتوں کو جانتا ہوں۔ میں نے بڑے بڑے اشتہار دیکھے اور آپ نے بھی بڑے بڑے اشتہار دیکھے۔ زراعت پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے لیکن ہمیشہ کسان کا استحصال اور معاشی قتل کیا گیا۔ آپ نے دیکھا اور میں گزشتہ چار ماہ میں تین فصلوں کا ذکر کر رہا ہوں اگر میری بات جھوٹی ہو تو میں اسی وقت resign کروں گا۔ آپ دھان کو دیکھیں کہ گزشتہ دو سال میں دھان کی دو ہزار اور 2200 روپے فی من کی quality فصل گزشتہ دو مہینے میں ایک ہزار روپے فی من میں فروخت ہوئی ہے اور وہ بھی کسان نے منتیں کر کے بیچی ہے۔ آپ گنے کے ریٹ کو دیکھ لیں اس بجٹ میں کہا گیا کہ ہم نے گنے کا ریٹ 10 روپے فی من بڑھایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تین سال گنے کا ریٹ نہیں بڑھا۔ آپ نے 10 روپے فی من ریٹ بڑھایا ہے لیکن کبھی یہ بھی check and balance کیا ہے کہ 30 من، 40 من، 50 من فی ٹرالی کے حساب سے کسان کے گنے کی کاٹ کی جاتی ہے تو اُس کے ساتھ کیا گزرتی ہے؟ آپ گندم کو دیکھ لیں اور بڑے بڑے اشتہار دیکھیں کہ کسان کی گندم کا ایک ایک دانہ اُٹھائیں گے۔ 5 سے 10۔ اپریل کو گندم کے خریداری مرکز کھلنے والے 25۔ اپریل کو کھولے گئے اُس وقت 30 فیصد کسان اونے پونے اپنی گندم بیچ چکا تھا۔ اُس کے بعد 25۔ اپریل سے 9۔ مئی تک صرف پندرہ دن کے لئے گندم کے خریداری مراکز کھولے گئے اور اُس میں کسان کا جو حشر نشر ہوا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ میں اپنے علاقہ کے ایک گندم خریداری مرکز چانجنی کی مثال دیتا ہوں اور وزیر خزانہ صاحبہ نوٹ کر لیں اور وزیراعلیٰ CMIT قائم کریں۔ وہاں سے 90 فیصد ایسے لوگوں نے بوریاں اُٹھائیں جن کا گندم کی کاشت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ انہوں نے وقت سے پہلے فرضی طور پر پٹواریوں اور تحصیلداروں سے اپنے نام درج کروائے اور ایک مافیا کی صورت میں گندم خریداری مرکز پر قبضہ کر کے بوریاں حاصل کیں اور کسان مجبوراً اپنی گندم اونے پونے بیچتا رہا۔

جناب سپیکر! آپ اسی طرح لاء اینڈ آرڈر کو دیکھ لیں۔ میں ابھی پنجاب اسمبلی کے اجلاس کے لئے آ رہا تھا تو میں نے باہر دیکھا کہ ایک کیمپ کے اوپر بینرز لگے ہوئے ہیں کہ ماڈل ٹاؤن کے شہیدوں کو

انصاف دلایا جائے۔ یہ لمبی بحث ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پنجاب کے کچھ اضلاع میں امن عامہ کی صورتحال خراب ہے لوگ اپنے آپ کو مجموعی طور پر غیر محفوظ سمجھتے ہیں اور لوگ اپنے آپ کو کیوں غیر محفوظ سمجھتے ہیں کہ جب آپ کی پولیس protocol کی ڈیوٹی دے گی، آپ کی پولیس بنک پر ڈیوٹی دے گی، آپ کی پولیس سکولوں پر ڈیوٹی دے گی، آپ کی پولیس پولیو پر ڈیوٹی دے گی، آپ کی پولیس وزراء کے آنے جانے، protocol اور foreigners پر ڈیوٹی دے گی تو پھر اس قسم کے مسائل بڑھیں گے۔ اگر ماڈل ٹاؤن کے واقعہ کو عملی جامہ پہنا کر ختم کر دیا جاتا تو پھر ڈسکہ اور راولپنڈی جیسے واقعات نہ ہوتے۔ میں نے یہی گزارش کی ہے کہ جب ایک ایم پی اے محفوظ نہیں ہے چودھری شمشاد احمد خان اور اُس کے بیٹے کو دن دہاڑے قتل کر دیا گیا اور اُن کے قاتل ابھی تک نہیں پکڑے گئے تو اس لحاظ سے لاء اینڈ آرڈر آپ کے سامنے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قاضی صاحب! آپ نے بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں خود فیصلہ کیا تھا للہٰذا اپنی بات مختصر کر دیں۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! میں لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا اور صرف facts and figures پر بات کروں گا۔ آپ صحت کو دیکھ لیں کہ اربوں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود جنوبی پنجاب کے ہسپتال ڈاکٹروں اور دوائیاں سے محروم ہیں۔ نچلا میڈیکل سٹاف اپنی تنخواہوں سے بے زار ہے۔ سرکاری ہسپتال صحت کی بجائے اذیت گھر بنے ہوئے ہیں۔ مریض تڑپ تڑپ کر ہسپتالوں کے گیٹ پر دم توڑ رہے ہیں اور خواتین ہسپتالوں کے foot path پر بچے جنم دے رہی ہیں۔ آپ دیہاتی اور سرائیکی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہاں پر ٹی ایچ کیو میں کوئی ڈاکٹر آنے کو تیار نہیں ہے، بی ایچ یو میں کوئی ڈاکٹر آنے کو تیار نہیں ہے، آر ایچ سی بھی خالی پڑے ہیں اور صحت پر اربوں روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ یہ mismanagement ہے جس کی وجہ سے صحت کے حوالہ سے پنجاب کا اربوں روپیہ کا بجٹ ضائع ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں آخری دو موضوعات میں سے ایک energy crisis کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اسی پنجاب حکومت نے کیونکہ خادم اعلیٰ کا یہ آٹھواں بجٹ ہے اور اس حکومت کا یہ تیسرا بجٹ ہے۔ اس حکومت نے یہ کہا تھا کہ ہم دو سال میں energy crisis پر قابو پا لیں گے۔ دو سال گزر گئے اور عوام کے لئے وہ سیاسی کھوکھلے نعرے ثابت ہوئے۔ لوڈشیڈنگ کا حال دیکھیں کہ

15 سے 18 گھنٹے تک لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے اور جنوبی پنجاب میں لوڈشیڈنگ تو بہت دُور کی بات ہے۔۔۔

(اس مرحلہ پر ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"وقت کم کریں، وقت کم کریں" کی نعرے بازی)

MR DEPUTY SPEAKER: Order in the House, order in the House.

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! اگر ڈِکے گرڈ سٹیشن بند کر دیئے جاتے ہیں کہ fault آگیا ہے یا منگلا سے بجلی بند ہے یا گڈو سے بجلی بند ہے۔

جناب سپیکر! کاش جب یہ بجٹ پیش کیا گیا، دو سال بعد اگر یہ کہہ دیتے کہ دو سو یونٹ بھی بجلی بنائی ہے تو کیا ہی اچھا ہوتا؟ ابھی وہی لفظوں کی ہیر پھیر اور بازی گری ہے کہ پنڈدادن خان میں اتنی میگاواٹ بجلی بن رہی ہے، فیصل آباد میں ہم اتنی بجلی پیدا کر رہے ہیں، ساہیوال میں ہم اتنی بجلی پیدا کر رہے ہیں اور بہاولپور میں اتنی بجلی پیدا کر لی ہے۔ میں صرف اتنی گزارش کروں گا کہ یہ صرف اور صرف تسلیاں ہیں۔ اب گورنمنٹ یہ کہہ رہی ہے کہ ہم 2020 میں بجلی کی لوڈشیڈنگ پر قابو پا لیں گے تو کل کس نے دیکھی ہے ہو سکتا ہے کہ 2018 کے بعد یہ گورنمنٹ سیاسی منظر نامے پر نظر ہی نہ آئے۔

جناب سپیکر! جہاں تک ملازمین کا تعلق ہے تو اس بجٹ میں میں سمجھتا ہوں کہ کسانوں کے ساتھ ملازمین کا بھی گلہ گھونٹا جا رہا ہے۔ ان کے ساتھ اس بجٹ میں بھونڈا مذاق کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قاضی صاحب! بہت شکریہ۔ چوہدری محمد اقبال گجر صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب عبدالرؤف مغل صاحب!

جناب عبدالرؤف مغل: جناب سپیکر! شکریہ۔ 16-2015 کا حالیہ بجٹ جو ہماری بہن محترم وزیر خزانہ نے پیش کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مشکل دور میں ایک متوازن بجٹ ہے جس میں تعلیم، صحت اور زراعت کو ترجیحات میں سر فہرست رکھا گیا ہے۔ زراعت جو کہ پنجاب کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ Cotton yarn ہو، value add gaurments ہوں، bed sheets export ہو یا raw cotton ہو ان تمام کی برآمدات کا انحصار زراعت کی کامیابی اور ترقی پر ہے۔ گزشتہ سال کا estimated بجٹ 7960 ملین تھا اب اس کے مقابلے میں 10725 ملین مختص کیا گیا ہے جس میں subsidized ٹریکٹر، لینڈ لیولر اور Drip Irrigation System کو رائج کرنے کے لئے incentives شامل ہیں جس کا مقصد زیر زمین پانی کے خزانوں کو ختم ہونے سے بچانا ہے۔ یہ اقدامات

قابل ستائش ہیں البتہ ایگریکلچر سیکٹر کے کارپردازوں کی توجہ ہر ضلع میں پانچ پانچ، سات سات ایگریکلچر انجینئرز کی خالی نشستوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ان کو پُر کیا جائے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ جو تعلیمی میدان میں ترقی ہوئی ہے کہ پہلے جہاں qualified Agriculture Engineers نہیں ملتے تھے اب بی ایس سی کی بجائے ماسٹر ڈگری حاصل کئے اور ایم فل کئے نوجوان دستیاب ہیں۔ان کو ان اسامیوں پر تعینات کیا جائے اور جو کسان کاشتکار دھان کے گرتے ہوئے ریٹ، گندم کے گرتے ہوئے ریٹ اور آلو پیاز کی کساد بازاری سے پریشان نظر آرہے ہیں۔ان کا مداوا کرنے کے لئے ان ایم فل ڈگری والے اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو target دیا جائے کہ پنجاب کے کسانوں کی متبادل فصلیں کاشت کرنے کی طرف راہنمائی کی جائے۔اگر بھارت میں مشرق کی طرف قندھاری انار اور انگور کاشت کیا جا سکتا ہے تو یہاں عارف والا اور بہاولنگر میں کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ میں سمجھتا ہوں کہ کاشتکار کو راہنمائی کی ضرورت ہے تاکہ ان بُرے حالات سے ان کی survival ممکن ہو سکے۔

جناب سپیکر!میں ایجوکیشن کے حوالے سے یہ گزارش کروں گا کہ 45 بلین کے مقابلے میں 50 بلین رقم مختص کی گئی ہے۔یہ بڑی اچھی بات ہے کہ پرانے سکول جو 1967 سے بنے ہوئے ہیں اور آج ان کی حالت بہت خستہ ہو چکی ہے ان کو مکمل طور پر demolish کر کے نئے سرے سے بنانے کی ضرورت ہے۔میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آج بھی شہروں اور دیہاتوں میں ایسے بلدیاتی حلقے موجود ہیں جہاں پر ایک ہائی سکول بھی نہیں ہے اور ایسے سکول بھی موجود ہیں جیسے میرے حلقہ میں ایک ہائی سکول میں 2323 بچے پڑھ رہے ہیں۔گوجرانوالہ میں گورنمنٹ کمپری ہینسو ہائی سکول ہے جو ماڈل ٹاؤن میں واقعہ ہے اس کا سو فیصد رزلٹ ہے وہاں کے بچے A گریڈ اور +A گریڈ میں پاس ہوتے ہیں۔اس سکول کو Centre of Excellence قرار دیا گیا ہے لیکن باخدا اس سکول کی گراؤنڈز کو maintain کرنے کے لئے کوئی بندوبست نہیں ہے۔ اگر وہاں برساتی پانی یا سیوریج کا پانی آ جائے تو اس کو dewater کرنے کے لئے کوئی بندوبست نہیں ہے۔اس کا بندوبست ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر!میں دانش سکولوں کے حق میں ہوں۔جہاں پر دانش سکول بنے ہیں میں نے جا کر ان سکولوں کو دیکھا ہے۔میں نے حاصل پور کے سکول میں جا کر بچیوں کو دیکھا اور ان میں سے ایک سے پوچھا ہے کہ آپ کے والد کیا کرتے ہیں، وہ دو بچیاں لاس اینجیلنس میں جا کر پاکستان کی نمائندگی کر کے آئی ہیں اور 72 ممالک میں پاکستان کا پانچویں نمبر پر نام آیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں ان کو مبارکباد کے قابل سمجھتا ہوں اور میاں محمد نواز شریف کی اس سکیم کو بھی مبارکباد کے قابل سمجھتا ہوں۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جہاں وہ سکول بنے ہیں وہاں جو سکول پہلے سے چل رہے ہیں ان کی missing facilities اور کمیوں کو دور کرنے کی پوری کوشش کی جائے اور ان میں رقومات خرچ کی جائیں۔ جہاں دو ہزار سے زائد بچے پڑھ رہے ہیں۔ ان کے اساتذہ کو بھی انعامات دیئے جائیں کہ وہ سو فیصد رزلٹ دے رہے ہیں اور وہ A اور A+ گریڈ میں بچوں کو پاس کروا رہے ہیں۔ ان کی ضروریات پر بھی توجہ دی جائے۔ اس سکول کو Centre of Excellence قرار دینے کے باوجود اس سکول کو وہ حق نہیں دیا گیا جو دیا جانا چاہئے تھا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ پیر خضر حیات شاہ کھگہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب محمد عمران قریشی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب محمد اعجاز شفیع صاحب!

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! شکریہ۔ جمہوریت میں اپوزیشن کا ہونا جمہوریت کا حسن ہوتا ہے۔ ہمارے اپوزیشن لیڈر صاحب نے بڑی لمبی تقریر کی، تنقید کرنی چاہئے لیکن مثبت کرنی چاہئے۔ انہوں نے ماسوائے منفی تنقید کے اور کوئی بات نہیں کی۔

جناب سپیکر! یہ جو 1400۔ارب روپے کا بجٹ ہے۔ اس پر اگر بات کی جائے تو کافی وقت درکار ہے لیکن میں صرف اپنے south کی بات کروں گا۔ قائد پنجاب خادم پنجاب نے south میں جو ترقیاتی کاموں کا جال بچھایا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ جہالت کے خاتمے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں کیونکہ جہالت کے خاتمے سے ہی بیروزگاری اور غربت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اکیسویں صدی کے challenges کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی ہمیں اپنے ایجوکیشن سسٹم کو uplift کرنا ہے۔ رحیم یار خان میں خواجہ فرید انجینئرنگ اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی یونیورسٹی کا قیام نہ صرف ہمارے جنوبی پنجاب کے لئے بلکہ سندھ اور بلوچستان کے بچوں کے لئے بھی ایک احسن اقدام ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے اُن کا روشن مستقبل بنانے میں ایک بہتر کردار ادا کرے گی اور اس کے لئے تقریباً 3۔ارب 84 کروڑ روپے کا بجٹ رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہاولپور میں ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز یونیورسٹی کا قیام جو نہ صرف ہمارے چولستان کے لئے ہے بلکہ جنوبی پنجاب کے لائیو سٹاک اور وہاں کی رہنے والی عوام کے لئے ایک انمول تحفہ ہے جس کی مالیت تقریباً 2۔ارب 45 کروڑ روپے بنتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے پسماندہ علاقے خانپور کے اندر جو میں سمجھتا ہوں کہ جنوبی پنجاب کا سب سے backward علاقہ ہے وہاں ہمارے خادم پنجاب نے کیڈٹ کالج کا قیام کرکے وہاں کی محرومیوں کے خاتمے کا ایک بہت بڑا ازالہ

کیا ہے۔ یہ کیڈٹ کالج 35کروڑ روپے کی مالیت سے200ایکڑ رقبے پر محیط ہو گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اگلے مالی سال کے آنے سے پہلے پہلے مجھے قوی امید ہے کہ وہاں پر کلاسوں کا اجراء بھی شروع ہو جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میرے دوست قاضی احمد سعید نے جنوبی پنجاب کی محرومیوں کی بات کی ہے تو میں صرف اپنے ضلع کے چند کالجوں کی تعداد بتاؤں گا جو خطیر رقم سے وزیر اعلیٰ پنجاب نے وہاں پر مہربانی کی ہے۔ ترنڈہ محمد پناہ میں بوائز ڈگری کالج کا قیام، محسن آباد میں ٹیکنالوجی کالج کا قیام، فیروزہ میں بوائز ڈگری کالج کا قیام، زاہر پیر میں گرلز ڈگری کالج کا قیام، چک نمبرL-103/1 میں گرلز ڈگری کالج کا قیام، کوٹ سمابہ میں نئے گرلز ڈگری کالج کا قیام، منٹھار صادق آباد میں بوائز ڈگری کالج کا قیام، میانوالی قریشیاں میں گرلز ڈگری کالج کا قیام اور ساجا میں بوائز ڈگری کالج کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ ان سارے کالجوں کے قیام سے ہماری موجودہ حکومت یعنی وزیر اعلیٰ پنجاب کو ہی سہرا جاتا ہے۔ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہاں کی محرومیوں کا خاتمہ نہیں کیا گیا اور وہاں کے علاقوں کو پوچھا ہی نہیں جاتا؟

جناب سپیکر! زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ ٹیل کے کاشتکاروں کو ٹیل تک پانی پہنچانے کے لئے ہمارے اس موجودہ بجٹ میں SMB لنک میلسی سائفن کی uplifting کے لئے تقریباً 4۔ارب 80کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ احمد پور برانچ نہر کی rehabilitation کے لئے تقریباً ایک ارب 76کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ یہ دونوں وہ اقدام ہیں جن سے پانی کی velocity بڑھے گی اور جو ٹیل پر غریب کاشتکار ہیں وہاں تک بھی پانی پہنچے گا۔ اگر ہم آگے چل کر roads کو دیکھیں تو KPRRP (خادمِ پنجاب رورل روڈز پروگرام) سے دیہی علاقے کے لوگوں کی زندگیاں بدل گئی ہیں۔ یہ وہ پروگرام ہے جس سے رورل اور اربن کا فرق ختم ہو رہا ہے اور اس پروگرام سے نہ صرف ہمارے دیہی علاقے کے رہنے والے لوگ مستفید ہوں گے بلکہ کاشتکار خوشحال تو پاکستان خوشحال ہو گا اور یہ اس پروگرام کا main objective ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب! Wind up کر دیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ ملتان میں جو ماس ٹرانزٹ سسٹم کا قیام کیا گیا ہے یہ بھی ہمارے جنوبی پنجاب کی محرومیوں کے خاتمے میں ایک بہت بڑا اقدام ہے جس سے نہ صرف وہاں کی محرومیوں کا خاتمہ ہو گا بلکہ وہاں پر ترقی کی نئی راہیں بھی کھلیں گی۔ اس کے علاوہ صاف پانی پروگرام جس کی میں سمجھتا ہوں کہ شہروں میں اس کی ضرورت تھی لیکن دیہی علاقوں میں اس کی بہت زیادہ

ضرورت تھی کیونکہ وہاں کے رہنے والے باسی گندا پانی پینے کی وجہ سے ہیپاٹائٹس، کڈنی اور بے شمار بیماریوں کا شکار ہوتے تھے۔ وزیر اعلیٰ نے اس میں 45 فیصد جنوبی پنجاب کے لئے رکھا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کے باوجود بھی جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا خاتمہ نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو اُس وقت ہوگا جب ہمارے قائد وزیر اعلیٰ پنجاب اپنی ترقی کے اس سفر کو اسی طرح جنوبی پنجاب کی طرف جاری و ساری رکھیں گے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! بہت شکریہ۔ جی، چودھری محمد اقبال صاحب!

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے بجٹ سال 2015-16 پر مجھے بات کرنے کی اجازت فرمائی۔ یہ اَمر نہایت خوش آئند ہے کہ آئندہ مالی سال کا بجٹ متوازن ہے اور جن حالات میں متوازن بجٹ پیش کیا گیا ہے اس کے لئے میں اپنی حکومت اور خاص طور پر بڑی dynamic قسم کی وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! اس وقت دو ہی کام ترجیحات نمبر ایک پر کرنے کے ہیں، ایک تعلیم اور دوسرا صحت ہیں جن پر ہماری حکومت کی کاوشیں ہیں اور صوبائی و ضلعی سطح پر 310۔ارب روپے مختص کئے جانے کا یہ بڑا ہی قابل تحسین کام ہے۔ اس کے علاوہ فروغِ تعلیم کے لئے جو کاوشیں کی جارہی ہیں اس میں پوزیشن ہولڈرز کو جس طرح highlight موجودہ وزیر اعلیٰ قائدِ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے کیا ہے اس طرح آج تک کسی حکمران کو highlight کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔ میں نے آج تک اپنی زندگی میں نہیں دیکھا کہ پولیس والوں سے پوزیشن ہولڈرز کو اس طرح salute کروایا گیا ہو، guard of honour پیش کیا گیا ہو اور دوسرے ممالک میں بھجوا کر اُن کی تربیت کی گئی ہو۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے بڑی لمبی تقریر فرمائی ہے تو اس وقت ہم سوچ رہے تھے کہ وہ کوئی positive بات بھی کریں گے اور کسی positive بات کی تعریف بھی کریں گے۔ ایک بات کی میں اُن کی تعریف کرتا ہوں کہ ہماری وزیر خزانہ نے جس طرح بجٹ پیش کیا ہے اُس کی انہوں نے آج تعریف کر دی ہے جس پر میں بڑا خوش ہوا ہوں۔ باقی وہ ہائیڈل پاور پراجیکٹ کے اوپر بڑا بولے ہیں کہ ہائیڈل پاور پراجیکٹ لگنے چاہئیں کیونکہ وہ سستے ہیں اور بجلی بھی سستی ہوتی ہے۔ اس طرح باتیں کرنے سے نہیں ہوگا بلکہ وہ عمل بھی کر کے دکھائیں۔ جیسا کہ اُن کی صوبہ خیبر پختونخوا کے اندر حکومت ہے وہاں سے اپنی قیادت سے بات کر کے قدم آگے بڑھائیں اور کالا باغ ڈیم کی بات کریں تو ہم بھی اپنی

قیادت سے کہتے ہیں کہ اُن کے ساتھ مل کر کالا باغ ڈیم پر consensus built کر کے پورے پاکستان میں کالا باغ ڈیم بنایا جائے تب ہم بھی سمجھیں گے کہ اپوزیشن ہمارے ساتھ تعاون کر رہی ہے اور کام کر رہی ہے۔ میں اُن کی ایک بات کی اور بھی تعریف کروں گا کہ شکر ہے کہ انہوں نے اپنا role play کرنا شروع کر دیا ہے کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے پٹیاں باندھ کر اور دھرنے دے کر وقت ہی ضائع کیا ہے۔ ہم دیکھتے رہے ہیں کہ ہماری اپوزیشن کدھر ہے اور کہیں گم ہو گئی تھی۔ چلیں، آج وہ آئے ہیں اور کم از کم انہوں نے باتیں کی ہیں چاہے تنقید ہی کی ہے لیکن کوئی بات تو کی ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت جو کام کر رہی ہے اس میں صحت کی طرف پورے صوبے کو متوجہ کیا گیا ہے جو بڑی اچھی بات ہے کہ علاج معالجہ کی صورتحال بہتر ہو۔ اس میں ہماری حکومت نے 166۔ارب روپے کی رقم مختص کی ہے جو بڑا اچھا قدم ہے۔ جو قوم صحت مند ہو گی وہی صحت مند دماغ رکھے گی اور وہی کوئی کام کرنے کے قابل ہو گی۔ میں اس کی بڑی تعریف بھی کرتا ہوں لیکن تھوڑی سی تنقید بھی ہے کہ تفاوت کو کیوں نہیں bridge کیا جا سکتا کہ پرائیویٹ ہسپتال دن بدن flourish کر رہے ہیں جبکہ ہمارے گورنمنٹ کے ہسپتالوں میں اس طرح کی سہولیات عوام کو نہیں دی جا رہیں لہٰذا اس کو balance کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ یہ بڑی ہی دردمند بات ہے کہ جو امیر بندہ ہے وہ سرکاری ہسپتال میں آنا پسند ہی نہیں کرتا اور باہر سے علاج کروا لیتا ہے جبکہ غریب آدمی کا جو مسئلہ ہے تو کیوں نہ اسے بھی سہولیات فراہم کی جائیں؟ انہوں نے بڑی بڑی باتیں کی ہیں تو میرے خیال میں کچھ باتیں صحیح بھی کی ہیں جیسے ہمارے ہسپتالوں کا حال ہے۔ آپ پی آئی سی ہسپتال کو دیکھ لیں حالانکہ بہت سارے پی آئی سی باقی ڈویژنل ہیڈ کوارٹر میں بھی بن گئے ہیں اور باقی ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر بھی بڑا کام ہو رہا ہے۔ ایک بات اور بھی وہ عجیب سی کر گئے کہ وزیر آباد کا جو ہسپتال ہے وہ functional نہیں ہے۔ میں اس ضلع کا رہنے والا ہوں تو وہ functional ہو گیا ہے اور میں یہ بات on record کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ باقی ہسپتالوں کی حالت ٹھیک ہونی چاہئے اور ہمیں بھی کرنی چاہئے اور سرکاری ہسپتالوں کو پرائیویٹ ہسپتالوں کے برابر لانا چاہئے۔ ہمیں ایک دردمندانہ اپیل ڈاکٹروں سے بھی کرنی چاہئے کہ پرائیویٹ ہسپتالوں کو اپنی پریکٹس کی نرسریاں نہ بنائیں اور ایک ہسپتال کی شکل دیں اور لوگوں کو علاج معالجے کی بہتر سہولتیں مہیا کریں۔

جناب سپیکر! ایک اور بڑا بریک تھرو ہوا ہے کہ کم وسیلہ لوگوں کو پچھلے ادوار میں بڑا ہی نظر انداز کیا گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ نے کم وسیلہ لوگوں کو uplift کرنے کے لئے

بڑے اچھے اقدامات کئے ہیں۔ خود روزگار سکیم کے ذریعے 11۔ارب روپے کے بلاسود قرضے اخوت کے ذریعے فراہم کئے گئے ہیں۔ پاکستان کے اندر اور پنجاب کے اندر اخوت ایک ایسی تنظیم ہے جو بہت کام کر رہی ہے اور اس میں بڑا dynamic قسم کا بندہ ہے جو کہ سی ایس پی کی نوکری چھوڑ کر، بہت امیر آدمی نہیں ہے بلکہ درمیانے طبقے کا بندہ ہے جسے میں ذاتی طور پر جانتا بھی ہوں۔ اس نے سی ایس پی کی سروس چھوڑ کر حکومت کا یہ کام شروع کیا ہے۔ اس نے اپنی تنخواہ سے 10 ہزار روپے نکال کر کام شروع کیا ہے اور آج کل اربوں روپے لوگوں کو بلاسود قرضے دے رہا ہے جس کی 99 فیصد ریکوری ہے جو کہ دنیا میں کہیں نہیں ہے۔

جناب سپیکر! معذور افراد کی امداد اور بحالی کے لئے 2۔ارب روپے مختص کئے ہیں جو کہ بڑا ہی قابل تحسین قدم ہے۔ لاوارث بچوں اور بے سہارا خواتین کے لئے مختلف شہروں میں دارالامان بنائے گئے ہیں ان پر بھی ہماری حکومت بڑا کام کر رہی ہے اور محنت کشوں کے لئے مالکانہ حقوق مفت رہائش مہیا کرنے کے حوالے سے بڑا کام ہو رہا ہے۔ ملتان میں اور خاص طور پر جنوبی پنجاب کا بڑا رونا رویا جاتا ہے تو ملتان میں 10۔ارب روپے کے منصوبے اس پر بنائے گئے ہیں۔ اسی طرح سپیشل افراد کی فلاح و بہبود کے لئے جو باصلاحیت اور ذہین لوگ ہیں، ان کے طلباء کے لئے وظائف اور اپنا روزگار سکیم کے لئے گاڑیوں کی فراہمی اور آشیانہ ہاؤسنگ سکیم پر بھی قائد حزب اختلاف تنقید کر رہے تھے جس پر میں حیران ہوں کہ جو کام ہو رہا ہے اس پر تنقید کی بجائے تعریف ہی کر دیں کہ اگر کسی غریب آدمی کو آشیانہ سکیم سے گھر ملتا ہے، مانتے ہیں کہ تھوڑے گھر ہیں اور سب کو نہیں مل رہے لیکن کچھ مل تو رہا ہے اور نہ ملنے سے تو بہتر ہے جس پر انہوں نے تنقید کی ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک زمیندار ہوں تو جو کمپیوٹرائزڈ آف لینڈ ریکارڈ کیا گیا ہے اور پٹواری سے ہماری جان چھڑائی ہے وہ بھی اسی قیادت کا کارنامہ ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے جس طرح لینڈ ریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ کر کے پٹواری سے جان چھڑائی ہے اور پٹواری کلچر کو ختم کیا ہے تو یہ بہت ہی قابل تعریف بات ہے۔

جناب سپیکر! ایک تجویز میں منسٹر صاحبہ کو دینا چاہوں گا جسے وہ ضرور نوٹ کریں کیونکہ میں نے پچھلے بجٹ میں بھی نوٹ کروائی تھی اور آج پھر کروانے لگا ہوں۔ اگر آپ اس پر غور فرمائیں اور آپ کا محکمہ بھی سارا بیٹھا ہوا ہے تو اس کو consider ضرور کریں۔ کیا المیہ ہے کہ جب ہم تنخواہ بڑھاتے ہیں percentage کے حساب سے تو اگر آپ دس فیصد تنخواہ بڑھاتے ہیں تو جس کی تنخواہ ایک لاکھ روپے

ہے اس کی تنخواہ دس ہزار روپے بڑھ جائے گی اور جس آدمی کی تنخواہ دس ہزار روپے ہے اس کی ایک ہزار روپے تنخواہ بڑھتی ہے۔ مجھے آپ بتائیں کہ کیا مہنگائی دس ہزار روپے تنخواہ والے کو effect نہیں کرتی اور ایک لاکھ روپے والے کو زیادہ effect کرتی ہے؟ میری تجویز یہ ہے کہ اس کو مہنگائی الاؤنس کا نام دے کر ہر سرکاری ملازم اور خاص طور پر چھوٹے ملازموں کا خیال رکھتے ہوئے تنخواہ بڑھانے کی بجائے اسے مہنگائی الاؤنس کا نام دے کر اس کو at par کر کے چھوٹے ملازمین کو ضرور دیا جائے اور برابر کیا جائے۔ یہ میری آخری تجویز ہے اور آپ کا بہت شکریہ اور مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب ذوالفقار غوری صاحب!

جناب ذوالفقار غوری: شکریہ۔ جناب سپیکر!

تیرے روپ کا چھائے یسوع ابر
تیرے کردار کا چاہتا ہوں اثر
میں ڈرتا جاؤں مٹتا جاؤں
بس توہی آئے مجھ میں نظر

خدا کے نام سے آغاز کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! میں اپنے قائدین وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف اور وزیر اعلیٰ پنجاب محمد شہباز شریف کو اس بجٹ پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں وزیر خزانہ ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا کی کاوشوں اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ نے جس جرأت اور بہادری سے بجٹ پیش کیا ہے یہ قابل قدر ہے اور اس سے اندازہ لگانے میں بھی کوئی دشواری نہیں کہ انہوں نے بڑی محنت اور لگن سے بجٹ کی تیاری میں حصہ لیا جس کی وجہ سے وہ واقعی مبارکباد کی مستحق ہیں۔

جناب سپیکر! میں بجٹ برائے مالی سال 2015-16 کو ایک متوازن بجٹ قرار دیتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ صوبہ پنجاب کی ترقی کے لئے بڑا معاون ثابت ہو گا۔ میں اگر اس بجٹ کی کتاب کو دیکھوں تو صفحہ نمبر 4 اور جز 13 تعلیم کا شعبہ ہماری اوّلین ترجیحات میں شامل ہے اور تعلیم کے لئے 310 ارب 20 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے بغیر ترقی ناممکن ہے اس لئے ہمارے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف تعلیم پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں اور میرٹ کو یقینی بنا رہے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے "پڑھو پنجاب اور بڑھو پنجاب" کی مہم کا آغاز کیا ہے جس سے ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ کا اظہار ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! صحت عامہ کے شعبہ میں 166۔ارب 13 کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ پنجاب حکومت صحت کے شعبے کو خصوصی توجہ دے رہی ہے اور انہوں نے گریڈ 18 سے 20 تک دس ہزار سے زائد نئی اسامیاں پیدا کی ہیں اور مختلف ہسپتالوں میں 8 لاکھ 400 مزید اسامیاں منظور کی گئی ہیں۔ سرکاری ہسپتالوں میں ادویات کی فراہمی کے لئے 10۔ارب 82 کروڑ روپے رکھنے کی تجویز دی ہے۔ صوبے میں غریب ترین طبقے کو health cover مہیا کرنے کے لئے ہیلتھ انشورنس سکیم کا اجراء کیا جارہا ہے اور یہ سب اقدامات قابل قدر ہیں جن کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔

جناب سپیکر! توانائی کے بحران کے خاتمہ کے لئے وفاقی حکومت اور پنجاب کی صوبائی حکومت کے تحت مجموعی طور پر توانائی کے 618۔ارب روپے کے منصوبے زیر تکمیل ہیں۔ ان منصوبوں کے لئے حکومت پنجاب نے 258۔ارب روپے کی خطیر رقم رکھی ہے اور اس کے لئے سرمایہ کاری کر رہی ہے جبکہ پنجاب میں لگنے والے بجلی کے ان منصوبوں میں چین کی طرف سے 360۔ارب روپے کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔ میرے لئے یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ میرے شہر سیالکوٹ جہاں میں رہتا ہوں، اس میں کوئلے سے چلنے والا پاور پلانٹ لگایا جارہا ہے جس کے لئے میں حکومت پنجاب کا شکر گزار ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: غوری صاحب! جلدی سے wind up کریں۔

جناب ذوالفقار غوری: جناب سپیکر! میری تین چار گزارشات ہیں۔ اگر سن لیں تو مہربانی ہو گی کیونکہ میں نے بجٹ کی پوری کتاب کو تین دفعہ پڑھا ہے اور اس پر میں نے بڑی محنت کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اور بھی لوگ موجود ہیں اس لئے جلدی سے wind up کریں۔

جناب ذوالفقار غوری: جناب سپیکر! مجھے صرف دو منٹ دے دیجئے تاکہ میں اسے مختصراً بیان کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جلدی سے wind up کریں۔

جناب ذوالفقار غوری: جناب سپیکر! میرے لئے یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ میرے شہر سیالکوٹ میں کوئلے سے چلنے والا پاور پلانٹ لگایا جارہا ہے جس کے لئے میں حکومت پنجاب کا شکر گزار ہوں اور میں خدا سے دعا گو ہوں کہ خدا ہماری حکومت کو دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔ (آمین)

جناب سپیکر!اس کے علاوہ ہائیڈل پاور پراجیکٹ مرالہ سیالکوٹ میں بھی لگایا گیا ہے جو کہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔سیالکوٹ، کامونکی اور اس کی ملحقہ آبادی کو سیلاب سے بچانے کے لئے 8۔ارب روپے کے منصوبے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: غوری صاحب!آپ اپنی تجاویز دیں اور wind up کریں۔

جناب ذوالفقار غوری: جناب سپیکر! سیلاب سے بچانے کے لئے 8۔ارب روپے کے منصوبے تیار کئے گئے ہیں جن سے یقیناً سیلاب کی روک تھام میں بڑی مدد ملے گی کیونکہ سیالکوٹ جب سیلاب کی زد میں آتا ہے تو کبھی آپ آکر دیکھیں کہ کتنی بُری حالت ہوتی ہے، کتنے لوگوں کا نقصان ہوتا ہے اور کتنی انسانی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں؟ حکومت نے یہ قدم اٹھا کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے اور سیالکوٹ کو سیلاب سے بچایا ہے۔

جناب سپیکر!اس بجٹ میں اقلیتوں کے لئے ایک ارب روپے کا فنڈ رکھا گیا ہے جس کے لئے میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور حکومت پنجاب کا شکر گزار ہوں۔یہ میری تجویز ہے کہ وزیر خزانہ ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ہم جتنے بھی اقلیتی ایم پی ایز ہیں، کو اس فنڈ کا پورا حصہ نہیں دیا جاتا جبکہ ہمارا حلقہ پورا صوبہ پنجاب ہے۔گزشتہ سال 14-2013 میں ہمیں پورا فنڈ نہیں دیا گیا تھا جبکہ ہمارا حلقہ بہت بڑا ہے اور 15-2014 میں بھی ہمارے لئے فنڈ پچاس کروڑ روپے رکھا گیا تھا لیکن ہمیں پھر بھی ایک کروڑ روپے ہی دیئے گئے تھے اس لئے میرا پرزور مطالبہ ہے کہ اس مالی سال میں minorities کے لئے فنڈ ایک ارب روپے تو کر دیا گیا ہے اس لئے ایم پی ایز کو اس مالی سال میں زیادہ سے زیادہ فنڈز دیئے جائیں تاکہ ہم اپنے حلقے کے ترقیاتی کام کروا سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، جناب محمد وحید گل صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ایس اینڈ جی اے ڈی (چوہدری علی اصغر منڈا، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ذولفقار غوری: جناب سپیکر! میری کچھ تجاویز ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب!آپ تشریف رکھیں میں آپ کی بات سنتا ہوں، ذوالفقار صاحب!آپ اپنی تجاویز written میں وزیر خزانہ صاحبہ کو دے دیں۔جی، جناب محمد وحید گل صاحب!

جناب محمد وحید گل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں اپنی گفتگو کا آغاز اللہ رب العزت کے نام سے شروع کرتا ہوں جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی بہن عائشہ غوث پاشا کو وزیر خزانہ بننے پر اور ایک جرأت مندانہ انداز میں بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اور جس طرح سے حکومت کی خواہش اور کوشش ہے کہ کس طرح سے عام عوام کو ریلیف دیا جا سکے یہاں قائد حزب اختلاف موجود نہیں ہیں میں اُن سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اُنہوں نے میٹرو بس کا ذکر کیوں نہیں کیا اس انداز میں کیا کہ انٹرنیشنل levelکی سواری میسر ہے جو کہ اس وقت لاہور کے اندر اُن علاقوں کے درمیان سے گزرتی ہے جہاں پانچ ہسپتال ہیں اور ایک عام آدمی کو بیس روپے میں سفر مل رہا ہے اور اسی طرح سے ہمارا انٹرنیشنل شہر اسلام آباد جہاں پوری دنیا کے لوگ بستے ہیں اور آتے ہیں اگر وہاں کے لوگوں کو بھی یہ سواری ملی ہے تو غریبوں کی بات کرنے والے کیوں نہیں اس بات کو کرتے، کیوں نہیں وہ اس بات کی طرف دھیان دیتے کہ وزیراعلیٰ پنجاب کا یہ وژن ہے کہ ایجوکیشن کو عام آدمی تک پہنچانا ہے۔ تعلیم دینا مقصد نہیں بلکہ ایک طرف ایچیسن ہے، ایک طرف کریسنٹ ہے جس کے اندر عام آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ جائے اسی لئے تو عام آدمی کو راستہ دینے کے لئے کہ وہ بھی ایک ایسے levelکے سکول کے اندر اُس کا بچہ یا بچی پڑھ کر اس ملک کے اقتدار کے اندر آسکے، وہ بھی پڑھ کر ڈی سی او بن سکے، وہ بھی پڑھ کر کمشنر بن سکے، وہ بھی پڑھ کر وزیراعلیٰ اور وزیراعظم کی سیڑھی تک پہنچ سکے اسی لئے تو انہوں نے عام آدمی کے لئے دانش سکول بنائے ہیں۔ یہ کیوں نہیں اس پر بات کرتے کہ ایجوکیشن کے اندر آج اللہ کی مہربانی سے 310۔ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے اور جس طرح سے پچھلے بجٹ کے اندر ایجوکیشن کے اوپر خرچ کیا گیا۔ آج ہم سکولوں کو دیکھ رہے ہیں کہ سرکاری سکولوں کے اندر جہاں کبھی ٹاٹ ہوا کرتا تھا، آج وہاں پر ڈیسک ہیں۔ آج میرٹ کی بنیاد کے اوپر ایک لاکھ 25ہزار ایجوکیٹرز بھرتی کر کے وزیراعلیٰ نے اور ہماری حکومت نے وہ کام کر دیا ہے کہ آج سرکاری سکولوں کے اندر وہ دن آنے والے ہیں کہ ہر کوئی پرائیویٹ سکولوں کی بجائے سرکاری سکولوں میں داخلہ لے گا۔ قائد حزب اختلاف نے بات کی کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن پر اربوں روپیہ لٹا دیا جاتا ہے۔ بچوں کو کوپن دیئے جاتے ہیں میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ کوپن کسی غریب آدمی کو جاتا ہے اور وہ پرائیویٹ سکول کے اندر اپنے بچے یا بچی کو پڑھاتا ہے تو ان کے پیٹ میں کیوں مروڑ پڑتے ہیں؟ غریبوں کا نام لے کر ہی ہم اقتدار میں آتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آج جس طرح سے وزیراعلیٰ پنجاب نے 5۔ارب روپے کی سبسڈی رمضان بازاروں کے ذریعے غریب آدمی کو پہنچائی ہے اس کے

ساتھ ساتھ میں یہ بات ضرور کروں گا کہ میری بہن وزیر خزانہ کو اس پر ضرور غور کرنا چاہئے کہ ہم نے صحت کے لئے 166۔ارب روپے رکھے ہیں میں حساب کتاب میں بڑا کمزور ہوں لیکن مجھے ایک دوست نے بتایا ہے کہ یہ 1650روپے فی بندے کا بنتا ہے۔ پنجاب کے اندر دس کروڑ عوام کے لئے اور اگر 10۔ارب روپیہ دواؤں کے لئے ہے تو وہ ایک سو روپے کی رقم بنتی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی ناکافی ہے اس کا حل یہ ہے کہ خدارا لوگ سرکاری ہسپتالوں میں مفت علاج کی غرض سے جاتے ہیں اور اگر ایک بندہ 200کلو میٹر سے، 100 کلو میٹر سے،50 کلو میٹر سے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے آئے اور اُس کا علاج کئے بغیر اُس کو واپس کر دیا جائے تو یہ اُس کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہے اُس کا حل یہ ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جیwind up کریں۔

جناب محمد وحید گل: جناب سپیکر! میں تجویز دے دوں اُس کا حل یہ ہے کہ آپ emergencies کے اندر 50روپیہ فی مریض اگر لگا دیں تو آپ کو کروڑوں روپیہ آمدن ہو سکتی ہے اور جو غریب آدمی 50روپیہ بھی نہیں دے سکتا تو ڈی ایم ایس ایمر جنسی اُس کو فری کر دیں۔آخر میں میری ایک تجویز یہ ہے کہ داروغہ والا انٹر چینج پر اگر ایک پل بنا کر دریائے راوی کو کراس کر کے کالا شاہ کاکو کے ساتھ ملا دیا جائے تو راولپنڈی، اسلام آباد، گوجرانوالہ کا سفر ایک گھنٹہ کم ہو جائے گا اور یہ بہت بڑا کام نہ صرف اہل لاہور کے لئے بلکہ اہل پنجاب کے لئے ہو گا۔ بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے ایس اینڈ جی اے ڈی (چودھری علی اصغر منڈا، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منڈا صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ایس اینڈ جی اے ڈی (چودھری علی اصغر منڈا، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پاکستان کی 18کروڑ عوام اور پنجاب کی 8کروڑ عوام کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج بجٹ پر بحث کا پہلا دن ہے ابھی شام نہیں ہوئی اور جو بنیادی حقوق اور عوامی حقوق کے ٹھیکیدار ہیں میری بات اگر گستاخی کے زُمرے میں نہ جائے اور معزز ممبر وحید گل صاحب پتا نہیں کن کو متوجہ کر کے یہ بات کر رہے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ وزیر خزانہ موجود ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ایس اینڈ جی اے ڈی (چودھری علی اصغر منڈا، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! وہ تو بے چارے کب کے اپنے آقا کے حکم سے پتا نہیں کہاں slip ہو گئے ہیں؟ آپ اپوزیشن بنچوں کا اندازہ لگا لیں اور میں میڈیا والوں کی بھی توجہ آپ کی وساطت سے دلوانا چاہتا ہوں۔ آج پاکستان اور پنجاب کی عوام دیکھ رہی ہے کہ کون اُن کی ترجمانی کر رہا ہے اور عوامی حقوق کے ساتھ اپوزیشن کی کتنی سنجیدگی ہے؟ پی ٹی آئی اور پیپلز پارٹی والے لوگوں کے یہ بنچ منہ چڑھا رہے ہیں اور پورے پنجاب کی عوام دیکھ رہی ہے کہ انہوں نے پہلے دن ہی کتنی سنجیدگی کا ثبوت دیا ہے اور اجلاس ختم ہونے سے پہلے ہی تمام لوگ اپنے اپنے ایجنڈے کے مطابق اپنے کاموں پر چلے گئے ہیں۔ عوامی حقوق اور عوامی مشکلات کی ترجمانی کرنے کے لئے کوئی یہاں ایوان میں موجود نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سردار محمد ایوب خان۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جی، چودھری غلام مرتضیٰ صاحب!

چودھری غلام مرتضیٰ: جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔ سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور پنجاب کی تاریخ کی غالباً پہلی خاتون وزیر خزانہ کو اور اُن کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میرا تعلق پاکستان مسلم لیگ (ض) سے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کا وقت 10 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

چودھری غلام مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گا کہ منڈا صاحب اگر یہ نشاندہی نہ فرماتے گو کہ میں اپوزیشن بنچوں سے نہیں ہوں میں ویسے ہی یہاں ادھر بیٹھا ہوا ہوں۔ اگر آپ نشاندہی نہ کرتے تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ اگر آپ گنتی کریں تو دیکھ لیں کہ اُدھر کیا حال ہے۔ ہماری تو صرف ایک وزیر خزانہ جو ایک مجبوری کے تحت یہاں بیٹھی ہیں اور کوئی بھی وزیر موجود نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک نامناسب سی بات تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر خزانہ موجود ہیں اور ان کے متعلقہ ہی بات ہے آپ بات کریں۔

چودھری غلام مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ اپنے حجم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ بہت متاثر کن ہے۔ یہ 1450۔ ارب روپے کا بجٹ ہے۔ چونکہ بجٹ تقریر میں محترمہ وزیر خزانہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ تمام چیزیں بیان کی ہیں میں ان کی repetition میں نہیں جانا چاہتا۔ جس بات کی مجھے سب سے زیادہ خوشی ہے اور جس چیز کا گورنمنٹ نے ادراک کیا ہے وہ تعلیم کا شعبہ ہے

جس کے بارے میں ہمیشہ analysis کیا جاتا تھا کہ تعلیم پر focus نہ کرنے کی وجہ سے وہ قابل تنقید بات ہوا کرتی تھی لیکن اس بجٹ کی جو سب سے خوبصورتی ہے وہ یہ ہے کہ تعلیم کی اہمیت کا ادراک کیا گیا ہے۔اس کے لئے 300۔ارب سے زیادہ بجٹ مختص کرنا قابل تحسین ہے میں اس کو appreciate کرتا ہوں۔

جناب سپیکر!میں تمام سیکٹر کی بات نہیں کروں گا چونکہ وقت محدود ہے۔صحت کے حوالے سے 166۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔اگر figure کی بات کریں تو یہ بھی figure بہت اچھا ہے لیکن میں اس کی تھوڑی تفصیل میں جانا چاہوں گا۔میں جنوبی پنجاب کے حوالے سے خاص طور پر بات کروں تو چیف منسٹر کا یہ focus ہے کہ جنوبی پنجاب کو uplift کیا جائے اور یہاں کے لوگوں کی محرومیوں کو redress کیا جائے۔یہ قابل تحسین ضرور ہے لیکن میں نے پچھلے بجٹ سیشن تقریر میں بھی یہ submission دی تھی کہ figure تو رکھ دی جاتی ہے، amount allocate کر دی جاتی ہے لیکن جب اس کی distribution کی باری آتی ہے تو انصاف کے ترازو میں balance نظر نہیں آتا۔جنوبی پنجاب چار شہروں کا نام نہیں ہے۔جو بڑے شہر ہیں، دیکھیں جب یہ توازن قائم نہیں رکھیں گے تو پھر ممبران شہروں کے نام لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں جس سے ہمارے ممبران کے آپس میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے یہ نوبت آنی ہی نہیں چاہئے کہ جب خرچ کرنے کی باری آتی ہے تو وہی چار بڑے شہر ہیں جن پر خرچ کیا جاتا ہے، انہی کے ہسپتالوں کو مزید اپ گریڈ کیا جاتا ہے۔حالانکہ عملی طور پر یہ ہو رہا ہے کہ جو چھوٹے تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہیں اور جو دور دراز کے گاؤں ہیں، میں ہارون آباد کی بات کر دیتا ہوں کہ پہلے میرا دل دیکھ دیکھ کر پسیجتا تھا اب شاید پتھر ہو چکا ہے۔ایک شخص جب بیمار ہوتا ہے یا پھر ایمرجنسی ہو جائے آپ یقین کریں کہ وہ شخص جو ہسپتال بھی پتا نہیں کس طرح پیسوں کا انتظام کر کے پہنچتا ہے۔چھوٹا سا بھی ایکسیڈنٹ ہو جائے تو ان کو بہاولپور، ملتان یا لاہور refer کیا جاتا ہے۔دردناک بات یہ ہے کہ جب ان کو refer کیا جاتا ہے اور تقریباً تمام کیسز کو refer کیا جاتا ہے کیونکہ وہاں پر سہولتیں نہیں ہیں، ٹراما سنٹر نہیں ہے اور ایمرجنسی کو treat کرنے کا کوئی حل نہیں ہے۔اس شخص کی حالت کا آپ اندازہ لگائیں کہ ہسپتال سے ایمبولینس تک بھی فراہم نہیں کی جاتی وہ ایمبولینس کے خرچے کے لئے بھی لوگوں سے ادھار مانگتا ہے اور ادھار مانگ کر جب وہ بہاولپور، ملتان یا لاہور تک پہنچ بھی جاتا ہے تو وہاں پر جو ان کی حالت ہے آپ یقین کریں کہ وہ بے چارے ہسپتال کا راستہ بھی نہیں ڈھونڈ سکتے۔ان کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ وہ دوسرے شہر میں جا کر قیام کر سکیں۔وہ قیام کر سکتے ہیں نہ کام

کر سکتے ہیں۔ جب لوگوں کی فوتیدگیاں ہوتی ہیں تو تمام ممبران دعا کے لئے جاتے ہیں، جب پوچھا جاتا ہے تو 99 فیصد لوگ وہ ہوتے ہیں جو refer ہونے کے بعد دوران سفر وفات پاجاتے ہیں۔ جو شخص اس کسمپرسی کی حالت میں فوت ہو جاتا ہے اس کے عزیز کے دل سے وہ تکلیف جس کا پیارا اس کے ہاتھوں میں دوران سفر اس وجہ سے مر جائے کہ اس کو refer کیا گیا ہے اس کا دکھ اور درد ہیٹل روڈ سے، ٹرینوں سے، بسوں سے redress نہیں کیا جا سکتا۔ Ultimately وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یہ حق تلفی کی جا رہی ہے۔ میں اس پر suggestion یہ دینا چاہوں گا اور مجھے نہیں پتا کیونکہ میں نے کل ایک ماہر اقتصادیات سے پوچھا کہ یہ جو تقاریر کی جاتی ہیں کیا اس کے نتیجے میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی آ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک لفظ کی بھی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ آپ یا تو مداح سرائی کر کے آ جائیں یا تنقید کر کے واپس آ جائیں جبکہ اس کے نتیجے میں اگر آپ کوئی ترمیم کر سکتے ہیں، ان تقریروں کے نتیجے میں، اس بجٹ کے figures میں کوئی فرق آ سکتا ہو تو یقیناً تمام ممبران یہاں پر موجود ہوں ان کا interest بھی قائم ہو کہ ہم جو تقریر کریں گے اور اپنے مسائل کی نشاندہی کریں گے تو اس کے نتیجے میں یہ تبدیلی آنی ہے تو یہ ہال تمام ممبران سے آج بھرا ہوا ہوتا۔ میں محترمہ وزیر خزانہ کو اس میں یہ suggestion دینا چاہوں گا کہ ہسپتالوں کی جو ٹی ایچ کیوز ہیں اس کے لئے جیسے آپ نے انرجی سیکٹر پر focus کیا ہے اور مجھے اس پر سو فیصد یقین ہے کہ کچھ مہینوں یا کچھ سالوں میں پاکستان میں لوڈشیڈنگ انشاء اللہ نہیں ہو گی۔ اسی طرح مہربانی آپ صحت کے شعبے کو focus کر لیں کیونکہ یہ لوگوں کی زندگیوں کا سوال ہے۔ پورے پنجاب میں کوئی بھی ایسا ٹی ایچ کیو نہیں ہونا چاہئے کہ وہاں سے کوئی ایمرجنسی کو دوسرے شہروں میں refer کیا جائے۔ اس کو جرم بنا دیا جائے وہاں پر treat کیا جائے لیکن پہلے ان کو سہولتوں سے مزین تو کریں۔ جو ڈاکٹروں کی کمی ہے وہ پوری کی جائے۔ اگر ڈاکٹر ہیں بھی تو چھوٹے ٹی ایچ کیوز میں یہ سہولتیں بالکل نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! میں پانی کے حوالے سے بات کروں گا کہ جنوبی پنجاب میں زیر زمین پانی صرف کڑوا ہی نہیں ہے بلکہ اس میں آرسینک بہت زیادہ مقدار میں ہے اور خطرناک اجزاء موجود ہیں جو لوگوں کے لئے کینسر کا باعث بن رہے ہیں۔ پانی انسانوں کو بے شمار بیماریاں دے رہا ہے۔ یہ دو شعبے ہیں ان پر آپ اسی طرح سے focus کر لیں جیسے آپ نے انرجی سیکٹر پر کیا ہے تو لوگوں کی آپ کے لئے دعائیں ہمیشہ رہیں گی۔ اسی طرح سے کسانوں کی بات کی گئی ہے۔ ابھی بالکل recent season گندم کا گزرا ہے کہ وزیراعلیٰ کے اعلانات، ان کی خواہش کو انتظامی مشینری نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ زمیندار

کا پوچھیں کہ اس کا حال کیا ہے کہ گندم کا دانہ دانہ اٹھانے کی جو بات تھی اس وژن کو انتظامیہ نے بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ اس وقت زمیندار پریشان ہے کیونکہ ان کی گندم کا بہت بُرا حال ہوا ہے لہٰذا اس میں انتظامی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! Wind up کر دیں۔

چودھری غلام مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں wind up کرتے ہوئے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ تنقید سے اس لئے ڈر لگتا ہے کہ سنا ہے کہ تنقید کے جواب میں غصہ بھی کر لیا جاتا ہے اس لئے میری تنقید نہیں بلکہ submission ہے کہ یہ بڑی خوبصورتی سے بجٹ تیار ہوا ہے اور جن لوگوں کو موقع ملا ہے کہ ان کا حق ہے کہ ان کو مداح سرائی کرنی چاہئے حتی کہ اپوزیشن نے یہ تنقید کی کہ ہمارے ذریعے سے فنڈز نہیں لگوائے جا رہے ہیں اور میرا نوحہ اس سے مختلف ہے کہ بجٹ بک جو ایک ہزار صفحات کی ہے وہ میں نے دو دن تک پڑھی ہے مجھے ہارون آباد کا نام نظر نہیں آیا ہے۔ اس میں ایک میٹل روڈ نہیں ہے، ایک واٹر سپلائی کی سکیم شامل نہیں ہے۔ میری submission ہے کہ آپ صاف پانی پراجیکٹ کی بھی سربراہ ہیں براہ مہربانی اس کمی کو بھی compensate کر دیں اور کم از کم صاف پانی دے دیں میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب کرم الٰہی بندیال صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب عرفان دولتانہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ خواجہ محمد منشاء اللہ بٹ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ کل بھی سالانہ بجٹ پر عام بحث جاری رہے گی۔ اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے اب اجلاس بروز منگل مورخہ 16۔جون 2015 صبح 10:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔